تاریخ ہندوستان

سلطنت [illegible] کا بیان [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۱۹۰۸ء

[illegible]

اشتہار

تاریخ ہندوستان

سلطنت اسلامیہ کا بیان

جلد اول صفحے ۵۰۰ محصول [illegible]

[illegible] کی دس جلدیں ہونگی ہر جلد ایسی ہوگی کہ کسی خاص خاندان یا بادشاہی کی [illegible]
[illegible] کسی خاص جلد کو خریدیگا تو اوس کو پڑھنے سے کسی خاص خاندان [illegible]
بادشاہ کی تاریخ پر علم ہوگا۔

پہلی جلد میں اول ہند کی [illegible] سے [illegible] ہو کر مصنف [illegible]
[illegible]
[illegible] ضرورت [illegible] یہ ہے کہ [illegible] تاریخ [illegible]
کیا ہے اور ہندوں کی تاریخیں [illegible]
تاریخ [illegible] سے کیا ہے اور اونکا [illegible] ہے۔

(۲) اس [illegible] کے بعد [illegible] جس میں بیان کیا ہے کہ [illegible]
[illegible] تاریخ [illegible] کا مفہوم کیا تھا [illegible]
[illegible] دیا ہے [illegible] کو [illegible]
نظر سے دیکھتے ہیں [illegible] اونکے عیوب [illegible]
اختلاف [illegible] کیا گیا ہے۔

(۳) اس [illegible] زمانہ جاہلیت کا [illegible] بیان ہے۔

(۴) [illegible] جاہلیت کے بعد ایک سو اٹھارہ خاندان سلاطین اسلام [illegible]
[illegible] میں [illegible] گی۔

۱ [illegible]

... کا انتخاب ... ہے —

... خاندان [illegible] کی تاریخ —

... خاندان ... اور خلیفہ بادشاہوں کی سلطنت

(کوئی ... سے مفصل ... تالیف ... ہے)

(۱) [illegible] کی تاریخ [illegible] — (۲) ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی —

(۳) محمد ابن تغلق [illegible] کی [illegible] —

(۴) نواب محسن الملک کا ... ابن خلدون کے دیباچہ کا

(۵) تاریخ ابن خلدون —

انگریزی [illegible] کی تاریخیں —

(۱) [illegible] کی تاریخ —

(۲) [illegible] ہسٹری —

(۳) [illegible] ہسٹری [illegible] تصنیفات —

[illegible]

ملک سندھ کی تاریخ [illegible] تالیف کی

(۱) چچ نامہ [illegible] تاریخ ہند و سندھ [illegible] اصل [illegible] عربی زبان میں [illegible]

[illegible] فارسی زبان میں محمد علی [illegible]

[illegible] ہے —

(۲) میر معصوم کی تاریخ سندھ

(۳) [illegible]

[illegible]

(۴) [illegible]

[illegible]

[illegible]

(۱) [illegible] تاریخ — (۲) [illegible] البلدان —

(۳) تاریخ [illegible] — (۴) [illegible] —

(۵) [illegible] — (۶) [illegible]

اشتہار

قیمت عہ — جلد دوم — صفحے ۳۰۰ — محصول ۱/

اس جلد [illegible] باب [illegible] سلاطین [illegible] بیان ہے

[illegible] میں سلاطین [illegible] تغلق کا ذکر ہے —

باب سوم [illegible] سیدوں اور لودھیوں کے [illegible] کا حال ہے —

باب [illegible] تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی ہے

[illegible] تاریخ فیروز شاہی [illegible]

[illegible] بادشاہ [illegible] ہے

[illegible] تاریخ [illegible] شاہی [illegible] سیدوں کے عہد [illegible]

زیادہ [illegible] گئے ہیں [illegible] تاریخ [illegible] کا [illegible] —

[illegible] (۲) [illegible]

[illegible] ضیاء الدین برنی — (۴) [illegible]

[illegible] — (۶) [illegible] الفاظ

[illegible] —

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طالب علموں کی خدمت میں یہ نابکار خادم ذکاء اللہ گزارش کرتا ہے کہ میں نے سنہ ۱۸۷۶ء میں
جناب سر ڈاکٹر سید احمد خان صاحب بہادر کے سی ایس آئی ایل ایل ڈی کے ارشاد سے
محمڈن اورینٹل کالج علی گڈھ کے طلبہ کے لیے تاریخ ہند تالیف کی تھی جسکے تین حصے تھے
اور ان حصوں کی تعداد سے اونکی جلدوں کی تعداد دو چند تھی جسکی تفصیل یہ ہے ایک جلد میں حصہ
اول جسمیں بھرت کھنڈ میں ہندوؤں کے راج کا بیان تھا۔ ایک جلد میں حصہ دوم جس میں
ہند میں مسلمانوں کی حکومت کا ذکر تھا چار جلدوں میں حصہ سوم جسمیں ہند میں انگریزی
سلطنت کا بیان تھا۔ ان حصوں کے صفحے تین ہزار دو سو تھے اور انکی قیمت دس روپئے
تھی۔ حصہ اول دوبارہ چھپا حصہ دوم ایک دفعہ چھپا اور چھپتے ہی ہاتھوں ہاتھ
بک گیا۔ حصہ سوم ایک دفعہ طبع ہوا اوسکی جلدیں ابتک باقی ہیں +

میں نے حصہ دوم یعنی مسلمانوں کے عہد سلطنت کی تاریخ کو از سر نو تالیف کیا۔ اب میں بتاتا ہوں
تالیف اول اور تالیف ثانی میں کن کن باتوں میں فرق ہے اور میری خود طالب علمی
اور تالیفات کے اوقات میں کیا کیا تفاوت ہوا جس سے تالیف دوم کا حال معلوم ہوگا
... میں نے جب اورینٹل دہلی کالج کا طالب علم ہوں ایام طالب علمی میں بہت سی صدہا
... تاریخیں ... میں حفظ کیں ... میں امتحان دیکر انگریزی زبان سے اردو زبان میں ترجمہ
کی تھیں مگر ایک تاریخ بھی عربی فارسی زبانوں میں نہ ترجمہ کی نہ مطالعہ کی اسلیئے میری طبیعت

...مذاق تاریخی پیدا ہوا تو وہ انگریزی تہا جب میں تاریخ ہند اول تالیف کرنے بیٹھا
ہندوستان کی تاریخیں انگریزی زبان کی جمع کیں اور ان ہی میں سے مضامین انتخاب
...ے اور ان ہی کی ترتیب کے موافق بیان کئے۔ ان مضامین کو فارسی تاریخوں میں دیکھا تو فقط
اس نظر سے کہ انکا اردو زبان میں لکھنا آسان ہو جائے۔ لیکن اب تالیف ثانی کی طرز تصنیف
اول سے برعکس ہے۔ یعنی اول ہر خاندان اور ہر بادشاہ کے زمانہ کی ایک مخصوص تاریخ
وہ اپنی تالیف کے لئے منتخب کی جو کسی عہد نویس مورخ نے تصنیف کی تھی اور وہ اور
تاریخوں سے زیادہ معتبر و مستند سمجھی جاتی تہی اور باقی تاریخوں کا ماخذ وہی تھی اس
تاریخ کے سارے مضامین باستثنا ان مضامین کے جنکی تفصیل ذیل میں لکھی ہے اپنی تاریخ
میں لکھے اور پہر ان پر اور معاصر و مابعد کی معتمد و مستند تاریخوں سے مضامین انتخاب کرکے
بڑھائے۔ بعد از ان انگریزی تاریخوں سے وہ مضامین جو اس زمانہ سے متعلق تھے اور انگریزوں
کے دماغ سے نکلے تھے اضافہ کئے۔ یہ اضافہ ہی میری تاریخ کو اور پہلی فارسی تاریخوں پر
ترجیح دیتا ہے ورنہ جو اور فارسی تاریخوں میں مضامین ہیں وہی میری تاریخ میں ہیں تفصیل
ان مضامین کی جو ان تاریخوں میں سے چھوڑ دئے گئے ہیں +

(۱) وہ مضامین ہیں جنکا تاریخ میں لکھا جانا اُس زمانہ میں کہ تاریخ تالیف ہوئی ضرور رہتا مگر
اب انکا لکھنا نہ لکھنا برابر ہے جیسے کہ عہدہ داروں اور ملازموں کا معمولی تغیر تبدل و ترقی
تنزل اسکا حال بعینہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس زمانہ میں تم گورنمنٹ گزٹوں کو دیکھتے ہو کہ جنہیں ہر
ہفتہ میں مضامین مذکور کا چھپ کر شائع ہونا ضرور ہے مگر کوئی تاریخ میں انکو نقل کرے
تو اسمیں تاریخی لطف و دلچسپی کیا ہے +

(۲) وہ مضامین مکرر اکثر مورخ اپنی عبارت آرائی اور سخن پیرائی کی استعداد و قابلیت کی نمود
کے لئے ایک ہی مضمون کو مختلف پیرایوں میں لکھتے ہیں اس طرح سے لکھنا علم انشا پردازی
کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ تاریخ دانی میں کچھہ فائدہ نہیں دیتا مثلاً جشنوں کی تیاریاں
درباروں کے سامان۔ تہواروں و شادیوں کے ہنگامے محفلیں و مجلسیں شہروں کی

آئین بندی شکاروں کی حکایتیں و داستانیں شاہزادوں و امرا کی خلعتوں و نذروں و پیش کشوں کی تفصیل ہاتھی گھوڑوں و ہتھیاروں کی تعداد نقد کی مقدار اجناس کی قیمتوں کا تخمینہ مہمات و خدمات کے لئے امرا و شاہزادوں کے آئین رخصت۔ ان میں ایک ہی مراسم کو بار بار نئے نئے پیرایوں میں ادا کرتے ہیں جنکی جگہ فقط یہ لکھنا کافی ہے کہ یہ مراسم بدستور سابق ادا ہوئیں مثلاً جشن نوروزی جو موسم بہار میں ہوتا ہے۔ اب ہر سال نوروز کے واسطے موسم بہار کی کیفیات میں جو صفحے کے صفحے سیاہ ہوتے ہیں وہ علم تاریخ میں کچھ فائدہ نہیں دیتے ہاں علم انشا پردازی میں وہ مفید ہیں۔ ایسے ہی امرا و سلاطین کے لمبے چوڑے گز گز بھر کے القاب و آداب جنکی جگہ تاریخ میں صرف نام تھی

(۳) سلاطین اور امرا اور انکے نیک خواہوں کی ستایش شاعرانہ اور انکے مخالفوں اور بدخواہوں کی نکوہش علم تاریخ سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے کسی بادشاہ کو فتح ہو تو اوسکی تعریف میں طومار طومار باندھنا اور اگر شکست ہو تو اوسکے عذرات لاطائل ہیں اور دشمنوں کے لئے بددعاؤں کو سنون سے دفتر سیاہ کرنے علم تاریخ میں معیوب ہیں چاپلوسی و خوشامد کی رنگین عبارتوں سے تاریخ کو کچھ تعلق نہیں ہے۔ ان فضول مضامین میں گو بہت فضول گوئیاں ہوتی ہیں لیکن اکثر تاریخوں میں یہ بڑی خوبی ہے کہ تاریخی واقعات کے بیان بے کم و کاست سلیس عبارات میں بیان ہوتے ہیں میں نے فضول مضامین کو چھوڑ کے اصلی تاریخی مضامین اسطرح نکال لئے ہیں جیسے کہ بھوسہ اڑا کے دانے نکالتے ہیں

(۴) اولیا و فقرا کی کشف و کرامات و خرق و عادات کی حکایات جنکا وجود معتقدین کے ذہن میں ضرور ہوتا ہے مگر یہ تحقیق نہیں کہ انکا وجود خارجی بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ یہ مضمون اعتقادات سے تعلق رکھتا ہے تاریخ سے نہیں۔ وہ ایک باب ہی جدا انکا ہے مگر جتنا وہ تاریخ سے تعلق رکھتا ہے وہ ضرور لکھا ہے مثلاً کسی بزرگ فقیر نے ایک ہونہار امیر کو بشارت دی کہ تو بادشاہ ہوگا تو اسکو شاہ صاحب کے کہنے کا ایسا یقین ہوا کہ وہ رات دن اپنی بادشاہی کی ادھیڑ بن میں لگا اور اپنی کوشش میں کامیاب ہوا

اس فقیر کے کہنے کا بڑا اثر امیر کی کوشش کرنے میں تہا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو معلوم نہیں بادشاہ ہوتا یا نہ ہوتا
(۵) شعرا کا حال اور اونکے قصائد و اشعار جو تاریخون میں تحریر ہوتے ہیں میں نے
اونکے قصائد و اشعار نہیں لکہے مگر شعرا کے نام اور کچھہ اونکا حال ضرور ہی لکہا ہے +
(۶) فسون افسانے جنکو عقل باور نہیں کرتی اور وہ قوانین قدرت کے خلاف ہیں مگر اون میں
سے بعض حکایات اسلیے لکہی ہیں کہ جنسے معلوم ہو کہ اوس زمانہ مین کس قسم کی حکایات بزرگ
منش بناکر نیک کامونکی طرف رہنموئی کرتے ہے +
دوم تالیف اول کے وقت میں میور سنٹرل کالج میں الہ آباد پروفیسر ریڈ بیکولر سائنس اینڈ لٹریچر تہا
دو کام مجہکو کرنے پڑتے تہے ایک تعلیم کا دوسرا تالیف و تصنیف کا۔ اسلیے دوسرے کام کے لیئے فرصت
ایسی نصیب نہ تہی جیسی کہ اب ہے کہ پنشن خوار ہون رات دن پنشن کے مزے لیتا ہون اور
برٹش گورنمنٹ کو دعا دیتا ہون اور سفید کاغذ کے روسیاہ کرنے کی فکر میں رہتا ہون جسکا
سبب ہے کہ تاریخ طول طویل مفصل تحریر میں آئی کہ وہ مجموعہ متفرق تواریخ سلاطین ہند کے مضامین
تاریخی پر حاوی ہے +
سوم تالیف اول کے وقت میں جوان تہا۔ اب بوڑہا ہوگیا ہون۔ گو جوانی کی سی
حافظہ و ذہن میں قوت نہیں رہی مگر شوق تالیف و تصنیف ایسی بڑہ گئی ہے کہ وہ اس ضعف
ذہانت کی مکافات کرتی ہے تالیف اول نقش اول تہا اور تالیف ثانی نقش آخر ہے +
چہارم تالیف ثانی میں بہ نسبت تالیف اول کے میں نے زیادہ تر عمدہ الفاظ و محاورات
و نادر تشبیہات و استعارات و کنایات و عاقلانہ مقولات برجستہ اشعار و برمحل ضرب المثل
و نازک خیالات عمیق و دقیق مضامین جنسے کہ اعلیٰ درجہ کا مشرقی علم ادب بہرا پڑا ہے ایسے
انتخاب کیئے کہ جنکے بغیر طلبہ اپنے زبان کی انشا پردازی میں آرائش سخن نہیں پیدا کر سکتے اس
خیال سے کہ اونکو اپنی زبان میں قدرت اور اونکے علم ادب میں وسعت ہو ایک ایک بات کو
بطرز مختصر مکرر ادا کیا ہے مثلاً مرنا ہے تو اوسکو دوسری طرح سے تعبیر کر کے بیان کیا ہے اور علی ہذا القیاس
بہت ہی کم محاورے ایسے ہونگے جو اس تالیف ثانی میں نہیں آئے ہونگے —

اب مجھے یہ بتلانا بھی ضرور ہے کہ تاریخ نویسی کے لیے میں کہاں تک لائق تھا اور میں نے کیا کیا سو بتلاتا ہون۔ نہ تالیف اول کے وقت مین مورخ تھا نہ تالیف ثانی کے وقت مورخ ہون اگر مورخ ہون تو اتنا کہ تاریخ کی کتابیں مطالعہ کیں اور تاریخ لکھنی ہو بیٹھا۔ مین محقق بھی نہیں ہون اگر ہون تو صرف اسقدر کہ مشرقی زبانون کی تاریخون مین جن واقعات کو مع اسباب و نتائج دیکھا اونکو اپنی زبان مین کھول کر لکھ دیتا ہون کہ یہ اسباب ہیں اور اونسے یہ نتائج پیدا ہوئے ہیں اور جن واقعات کے اسباب دیکھے مگر اونکے نتائج نہ پائے یا نتائج دیکھے اسباب نہ پائے تو ان غائب اسباب و نتائج کے دریافت کرنے مین جو طریقہ کہ خاص کر انگلستان کے مورخون نے دقیقہ سنجی اور موشگافی کر کے اس تاریکی میں باریک نکتے نکالے ہین اونکو جستجو کر کے تحریر کرتا ہون میرا دماغ مورخانہ و فلسفیانہ نہیں کہ کسی فلسفی مورخ زمانہ حال نے جو تاریخ کی تعریف لکھی ہے اوسکے موافق اپنی قوم کے عہد سلطنت کو دوروں میں تقسیم کرتا اور آئینے کی طرح دکھاتا کہ ایک دور کے واقعات اپنے دور سابق کے واقعات سے کیونکر پیدا ہوئے ہیں۔ بعض محقق مورخ کہتے ہیں کہ تاریخ کی تعریف و حدود بتا دینی تو آسان ہے مگر ایسی تاریخ تصنیف کرنی جسپر وہ تعریف صادق آسکے نہایت مشکل ہے۔ یورپ میں گو ہزارون تاریخیں لکھی جاتی ہیں مگر انمین شاید دو چار ہی ایسی تاریخیں ہونگی کہ جنپر تاریخ کی تعریف صادق آسکے +

وولٹیر ایک عالم متبحر فرانس میں گذرا ہے جو اہل یوروپ کا تاریخ نویسی میں معلم اول ہے وہ ارشاد کرتا ہے کہ کورٹ (دربار شاہی) اور کیمپ (لشکر آرائی) پر تاریخ کے مضامین مقصود نہ ہونے چاہئیں جو مورخ زمانہ ماضی کا مطالعہ کرتے ہیں اونپر یہ فرض ہے کہ وہ تحقیق کریں کہ جس زمانہ کی تاریخ وہ لکھ رہے ہیں اسمیں عام خلقت کی حالت و معاشرت کیا تھی۔ مگر افسوس ہے کہ مشرقی زبانون میں جو تاریخیں ہمارے پاس موجود ہیں وہ اس نکتہ کی تصنیف نہیں کہ جنمیں تاریخی مذاق ہی ہو اس زمانہ حال تاریخی مذاق سے جداگانہ تھا۔ زمانہ حال مین مغربی محقق جن باتون کو تاریخ کی جان و روح سمجھتے ہین انہیں باتون کو مشرقی مورخ

مروجہ جانکر انکے چھوڑنے سے پرہیز کرتے تھے۔ آجکل مغربی مورخ عام معاشرت اور طرز [illegible]
کے اندازہ کرنے کی جستجو میں تگ و دو کرتے ہیں مشرقی مورخ انکو جزوی اور عام معمولی باتیں
سمجھکر انکو اپنی تصنیف کی کسر شان سمجھتے تھے۔ ایشیائی اور فرنگستانی طرز حکومت میں
زمین آسمان کا فرق ہے۔ ایشیا میں بادشاہ مخدوم اور رعیت خادم اور فرنگستان میں بادشاہ
خادم اور رعیت مخدوم ہوتے ہیں پس ایشیائی اور فرنگستانی اپنے اپنے مخدوموں کا ذکر
کرتے ہیں۔ ایک بادشاہوں کے حالات بتفصیل سے لکھتے ہیں دوسرے رعایا کے حالات کو
مسلمانوں نے جو تاریخیں اپنے مشرقی مذاق کے موافق لکھی ہیں انکو مغربی مذاق سے
جانچ کر کے پایۂ اعتبار سے ساقط کرنا ستم ہے یہ کہنا کہ ان تاریخوں پر یورپ میں جو تاریخیں
مدون ہیں صادق نہیں آتیں اسلئے انکو پایہ تاریخی سے ساقط سمجھنا سمجھ کا خون اپنی گردن پر لینا ہے وہ تاریخیں
تعریف کے قابل ہیں۔ انہوں نے زمانہ کو تاریخ نویسی سکھائی ہے۔ اسکا حال میں نے سبب سے
مقدمہ کے اندر خوب بیان کر دیا ہے۔ پہلی جلد میں جو مضامین لکھے گئے ہیں [illegible]
مقدمہ کا بیان نیچے لکھا جاتا ہے +

مقدمہ کا بیان

اس مقدمہ سے تاریخ و مورخ کی حقیقت حال معلوم ہوتی ہے وہ کتب مفصلہ [illegible]
تالیف کیا گیا ہے +

(۱) بیہقی کی تاریخ سبکتگینی + (۲) ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی +
(۳) محمد ابن خاوند شاہ ابن محمود کی روضۃ الصفا + (۴) تاریخ ابن خلدون کے
ریویو محسن الملک مولوی مہدی علی (۵) تاریخ ابن خلدون۔

انگریزی زبان کی کتابیں (۱) سرجان الیٹ کی تاریخ ہند
(۲) فلنٹ فلوسوفی آف ہسٹری (۳) بکل ہسٹری آف سویلیزیشن
(۴) پروفیسر سیلی کی تصنیفات

فہرست مضامین

...س کے بعد مین نے دو بابون میں عرب و اہل عرب کا حال لکھا ہے باب اول میں حالت
...ہلیت یعنی قبل از اسلام حال عرب کا۔ یہ باب بیشتر تاریخ ابوالفدا اور

لبن فال اف رومن ایمپائر سے لکھا ہے +

فہرست مضامین باب اول زمانہ جاہلیت کا حال عرب کا ۱ سے ۴۸

باب دوم میں یہ لکھا ہے کہ دنیا میں اہل عرب کی سلطنت کن کن ملکوں میں قایم ہوئی - پہر کل سلطنت کن کن حصوں میں تقسیم ہوئی اور پہر ان حصوں میں ہر ایک حصہ کتنے حصوں میں تقسیم ہوا - اور ہر حصہ میں کون کون دودمان خلفاء نے حکومت کی اور کہاں کہاں اس کے شعبے پہیلے اور کن کن خاندانوں کے بادشاہ ہوئے - یہ باب (۱) تاریخ ابو الفدا (۲) تاریخ الخلفا (۳) پول محمدین ڈائی نیسٹی سے تالیف کیا - خاندان کے نام کے آگے اونکی دار السلطنت کا نام لکھا ہے +

فہرست مضامین باب دوم ۴۸ سے ۱۷۷ تک

التواریخ (۲) فتوح البلدان (۳) تاریخ طاہری (۴) بیگلار نامہ (۵) ترخان نامہ (۶) ارغون نامہ (۷) تحفۃ الکرام - صاحب

خاندان عباسیہ ۱۳۲–۶۵۶ھ

ذکر سلطنت شہاب الدین و جمال الملۃ سلطان مسعود بن سلطان محمود غزنوی ۴۲۵ - ۴۳۰ تک

ذکر سلطنت ابو الفتح قطب الملۃ شہاب الدولہ امیر مودود بن سلطان مسعود - ۴۳۰ - ۴۵۰ تک

فصل سوم

خاندان غوری — ۳۵۰-۳۷۲

فصل چہارم

غلام بادشاہون کی سلطنت ۱۲۰۶-۱۲۹۰ء

سلطنت سلطان شمس الدین التمش ابو المظفر التمش ۱۲۱۰ء-۱۲۳۶ء ۳۸۲

مقدمۂ تاریخ

ارباب لغت نے لفظ تاریخ کی تحقیق میں اور اشتقاق میں بہت صفحے سیاہ کیے ہیں انمیں سے چند سطریں بحسب ضرورت نقل کی جاتی ہیں مدالقاموس میں لکھا ہے کہ تاریخ کے لفظ کا عبری مادہ یارخ ہے جسکے معنی چاند کے ہیں یا یرخ ہے جسکے معنی مہینے کے ہیں یا کالدی مادہ یرخ ہے جسکے معنی مہینے کے ہیں اس تحقیق میں طول زیادہ ہے جسکی نقل سے کچھہ زیادہ فائدہ نہیں ہے۔ لسان العرب میں لکھا ہے کہ ارخ سے تاریخ مشتق ہے اور ارخ کے معنی ہیں گائے کے بچے کے جو ابھی پیدا ہوا ہو اسلیئے ہر واقعہ کو جو نو پیدا ہو تاریخ کہتے ہیں۔ تاج العروس شرح قاموس میں لکھا ہے تاخیر کے مقلوب ہونے سے تاریخ بنا ہے اور تاخیر کے معنی ہیں اولیں وقت کو آخرین وقت کے ساتھہ نسبت دینے کے۔ اور آخر وقت کی ہر چیز کی تاریخ اسکی انتہا اور اوسکا وہ وقت ہے جبپر وقوع اسکا ختم ہوتا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ فلانی تاریخ قوم خود ہست یعنی خاندان کی شرافت اسپر ختم ہوتی ہے۔ زمانہ معین کے ساتھہ سوانح کے پابند کرنے کو فارسی زبان میں ماہ روز کہتے ہیں مفاتیح العلوم خوارزمی میں لکھا ہے کہ اہل عرب نے ماہ روز کو معرب بنا کر مارخ پھر مورخ بنایا اور اوسکو باب التفعیل کا اسم فاعل سمجھہ کر مصدر تاریخ بنا لیا بعض ارخ کو مادہ ٹھیرا کر یہ کہتے ہیں کہ باب تفعیل کی خاصیت دور کرنے کی بھی ہے اسلیئے مانحہ کے وقت کی نادانی دور کرنے کے معنی کو تاریخ کہتے ہیں عرف میں تاریخ ایک وزمعین ہوتا ہے کہ پچھلے زمانہ کو اوسکی نسبت دیتے ہیں اور اسی سے شروع کرتے ہیں۔ یہ روز وہ ہوتا ہے کہ جسمیں کوئی سانحہ عظیم واقع ہوا ہو جیسے کہ کسی مذہب کا پیدا ہونا کسی بادشاہ کا

اور رنگ نشین ہونا جوش طوفان یا زلزلۂ عظیم غرض تاریخ کے معنی تعریف الوقت یا توقیت الشی یعنے کسی چیز کے وقت مقرر کرنے کے ہیں بس جو حالات و اخبار بقید وقت لکھے جاتے ہیں اوسکو تاریخ کہتے ہیں +

یہ امر تحقیق ہے کہ تاریخ اپنی نوزادگی میں نہ قوت ایسی رکھتی تھی نہ اس پاس اسباب ایسے کافی جمع تھے کہ وہ اپنی صورت حرفوں میں دکھاتی یعنے لکھنے میں آتی - مدتوں تک واقعات کا علم فقط حافظہ میں محفوظ رہا یا وحشیانہ رموز و علامات میں یاد رہا جلم ادب نے اپنی تصویر پہلی نظم کے مرقعہ میں دکھائی جو علم موسیقی یا مطربی سے اتحاد رکھتا تھا جب علم ادب کی سحر تھی یعنے آغاز تو جس شاعر یا ادیب کو کچھ کہنا ہوتا تو وہ مطرب بن کر اوسکو الاپتا - اسکے الفاظ ہوا میں پرواز کرکے دور دور جاتے اور عوام میں اس پرواز کے برقرار رہنے کے لئے نہ قلم کی نہ کسی اور آلہ تحریر کی احتیاج تھی - نثر پر نظم مقدم تھی اور اس نظم میں کیا واقعات رزم ہتے یا گیت و بھجن ہوتے - اگرچہ اسمیں تاریخی عناصر موجود ہوتے تھے مگر شاذ و نادر پاک صاف ہوتے تھے - پہلے زمانہ کے لوگوں کو وہ باتیں پسند ہوتی تہیں جنمیں قوت متخیلہ نے کام کیا ہو - وہ حواس اور مشاہدہ کے کاموں کو پسند نہیں کرتے تھے اسی لئے اونکو قصے کہانیاں زٹل قافیے زیادہ بہ نسبت نفس الامری واقعات کے مرغوب خاطر تھے یہ بڑی غلطی ہے - اگر ہم ان وحشیانہ گیتوں کو جو ہر جگہ فن تحریر کی ایجاد سے پہلے مروج تھے تاریخی واقعات خیال کریں - فن تحریر کی ایجاد نے اون کو خراب کیا - ان مطربانہ نغموں کی بنا ہیم پر نہ تھی بلکہ سچ یہ ہے کہ اُنپر بالکل سچ کی پرچھائیں بھی نہیں پڑی تھی اگرچہ بظاہر یہ امر آسان معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں اس سے زیادہ مشکل کوئی امر نہیں ہے کہ واقعات تاریخی کی تحقیق و تنقیح و تنقید قدرتی کرکے اونکی اصل حقیقت دریافت کریں کوئی قدرتی و جبلی قوت انسان میں اونکے دریافت کرنے کی عطا نہیں ہوئی یہ قوت اسکی تربیت و تعلیم و تہذیب کا نتیجہ ہے کسی نسل و قوم انسانی کو یہ قوت حاصل ہی نہیں ہوئی جب تک کہ اسکی عقل و دانش و فرزانگی و زیرکی میں پختگی نہ آئی ہو - مختلف قوموں میں ایسی نظم نے جو

تاریخ سے قرابت قریبہ رکھتی ہے - ایک عجیب و غریب خوبی پہلے اسکے پیدا کی ہے کہ کوئی ذلیل سے ذلیل تاریخ بھی انکے پاس ہو - ہندوستان میں ہندوؤں کو رامائن اور مہابھارت پر فخر و ناز ہے مگر تاریخی علم ادب ان پاس موجود نہیں - یونان میں ہومر شاعر پہلے ہیرودوٹس مورخ سے موجود ہے - انگلستان میں شیکسپیر شاعر پہلے آئے کہ کوئی مورخ وہاں پیدا ہو موجود ہے غرض مورخون سے پہلے شاعر پیدا ہوئے ہیں جھوٹے قصون و فسانوں و قافیہ سنجوں کی زنجیروں سے قدیمی قوموں کا پاؤں نہایت آہستہ آہستہ بہ تدریج نکلا ہے اور مصالح تاریخی قوانین قدرت کے موافق ہو حاصل کیا ہے - دنیا میں تاریخ نویسی چین و جاپان نے سب سے اول شروع کی ہے اور اونکا تاریخی علم ادب بہت وسیع ہے اور قوموں نے بھی تاریخ نویسی کو شروع کیا ہے مگر ہم کو صرف اپنی قوم کے تاریخی علم ادب بیان کرنے کی ضرورت ہے اسلئے ہم فقط اہل عرب کی تاریخ نویسی کو ذکر کرتے ہیں اور باقی سب کو ترک کرتے ہیں۔

عربی

مسلمانوں کا تاریخی علم ادب

عربی زبان میں آنحضرت کے زمانہ سے پہلے کسی زمانہ کی کوئی تاریخ تصنیف نہیں ہوئی زبان میں تاریخ کا موضوع اول آنحضرت کی ذات مبارک اور اونکے اقوال و افعال و غزوات ہیں اور موضوع دوم اونکے اصحاب و تابعین کے جہادات - اونکی وفات کے بعد سو برس تک عرب اگرچہ تاریخ تحریری صورت میں نہیں آئی زبانی نسلاً بعد نسل چلی گئی مگر یہ زبانی کارخانہ ایسے عظیم الشان کاموں کی تاریخ کا متحمل و متکفل کیسے ہو سکتا تھا - مہمات عظیم کا وہ تواتر تھا کہ لابد ناچار تاریخی علم ادب کو تحریر میں لانا پڑا جب وہ تحریر میں آیا تو اوسنے وسعت ہی نہیں پائی بلکہ اوسکی قدر و قیمت بڑھتی گئی - چنانچہ اس زمانہ میں یورپ کے محقق منصف مورخ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ تہذیب کی تاریخ عامہ کے مصنف اتنے ہی اپنی تصنیف میں ناقص رہتے ہیں جتنے کہ وہ اہل عرب کی تاریخوں سے جاہل و لاعلم ہوگئے ہیں علماء و فضلاء کا کوئی گروہ ہو جسکی قوت میں مفید علم تاریخ کا سرمایہ بڑھانا ہوگا - وہ وہی ہوگا جو مسلمانوں کے عربی مورخوں کی تصنیفات سے مستفید و مستفیض ہوتا ہے - اس زمانہ کی تمام اقوام مہذب تعلیم یافتہ کے لئے

یہ علمی خزانہ ایک بے بہا سرمایہ ہے بغیر اسکی تاریخ کی تکمیل کی تحصیل نہیں ہو سکتی +
مسلمانوں کی تاریخ میں سب سے اول جناب رسالت مآب کے اقوال و افعال اور اونکے غزوات
اور اونکے اصحاب کے تابعین کے جہادات تحریر میں آئے - اقوام عرب کے انساب کے قلم بند کرنے میں
توجہ کی گئی - احادیث مذہبی کے سوا احکام ملکی اور واقعات میں سلسلہ روایات جاری ہوا
اور اسمیں طریقہ اسناد شروع ہوا - ہر روایت کے لئے راوی کا مستند و معتمد ہونا لازمی ٹھہرا بغیر اس کے
وہ روایت ہی نہ سمجھی جاتی تھی جب ان روایات کا مجموعہ جمع ہوا تو اس میں ایک ہی مضمون کی
روایات متعدد ہوتی تھیں کسی مورخ نے اختصار کے لئے ان روایات کے راویوں کے سلسلہ کو
جدا کیا اور روایات مکررہ کو دور کیا - اور باقی روایات کی ایک تاریخ بنا دی - سب سے اول جسنے
مسلمانوں کے جہادات کی روایات کو جمع کیا ہے ابن اسحٰق تھا - اسی نے اسلام کی تاریخ
اول لکھی ہے - ابن ہشام نے اضافہ کیا - بعد ازاں اور بڑے بڑے نامور مورخوں نے
تاریخیں تصنیف کیں جیسے کہ ابوالعزی - ابن الاثیر و واقدی و طبری و مسعودی وغیرہ
ہیں - ان سب پر بلکہ ساری دنیا کے مورخوں پر ابن خلدون تاریخ میں سبقت لے گیا
اس علم میں جس اعلیٰ درجہ پر وہ پہنچا نہ اس سے پہلے کوئی مورخ پہنچا نہ اس کے بعد کوئی تین سو
برس تک پہنچا - ہم نے آگے ابن خلدون کا حال لکھا ہے اوسے پڑھو - غرض مسلمانوں کو
اپنی تاریخ کا علم عزیز رہا ہے اور اوسکی تدوین میں ہمیشہ توجہ کی اور وہ تاریخی علم اد تعلیم میں کیا ج
متقدمین کے علم تاریخ پر سبقت لے گیا - جس طرح اونہوں نے اس علم پر توجہ کی اوسکی نظیر پہلے زمانہ میں
دنیا میں موجود نہیں - مگر اس زمانہ میں ہر شخص کو یہ ماننا پڑے گا کہ آج کل تاریخ کا فن اپنی معراج
پر پہنچ گیا ہے اور یورپ کے بعض مورخوں کے محققوں کے سامنے مسلمانوں کی تحقیقات
سابقہ پھیکی پڑ گئی ہیں - اسکا آگے بیان آئیگا - اب ہم چند مورخوں کی تاریخ سے ایسے مضامین
ترجمہ کر کے لکھتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ فن تاریخ کی تعریف اور اوس کے اصول اور اوسکے مطالعہ
کے فوائد اور اوسکی تالیف و تصنیف کے لئے شرائط اور مورخ کے فرائض کیا کیا بیان کئے گئے ہیں
آدمی کو آدمی کا دل پڑھ سکتا ہے - سننے اور دیکھنے سے دل قوی اور ضعیف ہوتا ہے جبتک

بیہقی مورخ نے جو اپنی تاریخ سبکتگینی میں تاریخ کے بارہ میں لکھا ہے

دنیا میں نیک و بد کو دیکھتا اور سنتا ہے تو وہ یہی نہیں جانتا کہ شادی اور غم کیا ہوتے ہیں ایسے
معلوم ہوا دل کے دیدبان و جاسوس چشم و گوش ہیں یہ خود دیکھکر اور سنکر اطلاع کرتے ہیں
وہ اسے مستفید ہو دل کو جو علم اس طرح حاصل ہوتا ہے اوسکو وہ خرد کے سامنے رکھتا ہے جو حاکم
عادل ہے تاکہ باطل سے حق جدا ہو جائے اور جو اوسکے لئے بکار آمد ہو اسے اختیار کرے اور جو
بکار آمد نہ ہو اسے انکار کرے اس لئے آدمی کے پیچھے یہ حرص لگی ہوئی ہے کہ زمانہ اخبار اور
احوال میں خواہ وہ گذشتہ ہو یا آئندہ ان باتوں کو جانے کہ جو اس سے غائب ہوں اور
جنکو اوسنے نہ دیکھا ہو نہ سنا ہو - گذشتہ اخبار اور احوال کو آدمی رنج و محنت و مشقت اٹھا کر یوں
دریافت کر سکتا ہے کہ دنیا میں چکر لگائے اور صحیح احوال اور درست اخبار دریافت کرے
مگر آئندہ کے حال دریافت کرنے کی راہ بند ہے سو عجب بحث ہے - اگر آدمی کو وہ
معلوم ہوتا تو سراپا یا نیک ہی ہوتا بدی کو اپنے پاس تک نہیں آنے دیتا - کوئی غیب کا معلم سوا
خدا کے نہیں ہو سکتا - ہر چند ایسا ہو مگر خردمند بھی دنیا کے احوال دریافت کرنے میں جستجو کرتے ہیں اور
اوسکے گرد پھرتے ہیں اور بہت پیچ و تاب کہاتے ہیں غرض یہ ہے کہ گذشتہ اخبار کی تاریخ سے آئندہ کے حال
بتلانے میں کوشش کرتے ہیں اور معاملات میں بات کو بجد کہتے ہیں اگر اوسکو غور سے دیکھیں تو معلوم ہو گا
کہ وہ نیک پر یا بد پر حکم لگانے پر قادر ہیں اخبار گذشتہ کی صرف دو قسمیں ہیں کوئی تیسری قسم نہیں
اول کسی سے سنا ہو دوم کتاب میں پڑھا ہو اب ان دونو میں شرط یہ ہے کہ کہنے والا ثقہ و راستگو ہو اور جو
وہ کہے اسپر عقل بھی گواہی دیتی ہو کہ خبر درست ہے اور جو اوسکو لائے ہیں اوسنے نفرت نہیں ہو سکتی مگر جبتک
قول ہی کہ جبتک کسی بات کو راستی مستقیم تسلیم نہ کرے وہ تصدیق کے قابل نہیں ہوتی - یہی حال کتاب کا
ہے کہ جو کچھ اسمیں پڑھا جائے اوسکو خرد رد نہ کرے اور سننے والا اوسکو باور کرے اور خردمند
سنکر اوسکی تعریف کرے غرض اکثر عام آدمی باطل ممتنع کو صحیح جانتے ہیں جیسے کہ دیو و پری و کوہ
غول بیابان و درہ و گم غبارات جنگل اور احمقوں کا ہنگامہ ہوتا ہے اور بالکل جمع ہوتے ہیں ایک اونمیں
سے بیان کرتا ہے کہ میں نے دریا میں ایک جزیرہ دیکھا اسمیں پانچسو آدمی خرگوش کی طرح تھے - ہمنے اپنی روٹیاں
اور دیگیں پکائیں جب آگ تیز ہوئی تو اوسکی تپش کا اثر زمین کو ہوا تو ہمیں غائب ہو گئی غور کرکے

دیکھا تو وہ مچھلی تھی بس پہاڑ پر بیٹھے یہ بیہودہ خبریں جو ان دنوں لکھیں کہ ایک بڑھیا نے جادو سے ایک آدمی کو گدھا بنا دیا - ایک دوسری بڑھیا نے اس گدھے کے کان پر روغن ملکر آدمی بنا دیا - اسیطرح کی اور خرافات حکایات کہ نادانوں کو سناتی ہیں اور رات کو اونکے سامنے بار بار بیان کیجاتی ہیں وہ لوگ بھی جو بیچ اور نادر باتوں کے خواستگار رہتے ہیں وہ ان دستان سرائیوں کو دانا جانتے ہیں لیکن بہت ہی تھوڑے آدمی ایسے ہیں جو نیک (سچ) کو قبول کرتے ہیں اور زشت (جہوٹ) کو رد کرتے ہیں میں نے جو کچھ تاریخ میں لکھا ہے وہ میرا معائنہ ہے یا کسی مرد ثقہ کا استماع ہے +

بیہقی نے تمام بیان میں یہ ایک بات عجوب لکھی ہے کہ خردمند مورخ السیاغ الم شناس مانند ہو سکتا کہ آیندہ زمانہ کے نیک و بد پر حکم لگا سکتا ہے -

علم تفسیر حدیث و فقہ و طریقت مشائخ کے سوا میں نے کسی علم و عمل میں ایسے منافع نہیں دیکھے جیسے کہ علم تاریخ میں دیکھے انبیا و خلفا و سلاطین و بزرگان دین و وقت کے آثار و اخبار جاننے کا نام علم تاریخ ہے علم تاریخ سے شغل رکھنا بھی انہیں کے ساتھ مخصوص ہے جو دین و دولت کی بزرگی اور کمالات میں خلائق میں مشہور ہوں - کمینے پاجیوں اور ذلیل بازاریوں کو علم تاریخ سے کچھ مناسبت نہیں ہے اور نہ اون کا یہ پیشہ و حرفہ ہے اونکو علم تاریخ سے نہ کچھ منفعت ہوتی ہے نہ کہیں وہ ان کے کام آتی ہے - وجہ اسکی یہ ہے کہ علم تاریخ میں تو دین و دولت کے بزرگوں کے اوصاف کے اخبار اور محامد و مناقب و مآثر بیان ہوتے ہیں - اراذل خلسوں کم اصل بازاریوں کی رذائل کا بیان نہیں ہوتا کہ وہ جنسیت کے سبب سے رذالوں کی رذائل اوصاف سے مانوس ہوں - اونکو علم تاریخ پر رغبت نہیں کرنی چاہیئے - اس لیے کہ علم کا جاننا اونکے حق میں مضر ہے نہ نافع - علم تاریخ کی بڑی عزت یہی ہے کہ رذالوں اور سفلوں و کم اصلوں کو اوس کی طرف میل و رغبت نہیں ہوتی اور نہ اونکے معاملات کی سفالت میں اور اخلاق کی رذالت میں کام آتا ہے - بزرگوں کی بزرگی کا ذکر کرنا اونکی زبان سے بھلا نہیں معلوم ہوتا - اراذل جس علم و جس عمل میں مشغول ہوتے انہیں منفعت سے بے بہرہ نہیں رہتے - الا علم تاریخ میں سگر وہ لوگ جو انبیا و حسبا کریم و کریم زادے

ضیاء الدین برنی نے تاریخ فیروز شاہی میں علم تاریخ کی منفعت بیان کی ہیں +

و بزرگ و بزرگ زادے ہوتے ہیں اور ان کی نسل میں بزرگی و بزرگ زادگی
کا شرف ہوتا ہے ان کو علم تاریخ کا جاننا ضرور ہے وہ علم تاریخ کے استماع
بغیر جی نہیں سکتے ۔ بزرگ و بزرگ زادوں اور عالی نسب زادوں کے
نزدیک مورخ جان سے زیادہ عزیز ہوتا ہے اور مورخوں کی تحریر
و تقریر کے ذریعہ سے دین و دولت کے بزرگوں کو حیات ابدی حاصل ہوتی ہے اسلئے وہ انکی
خاک پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں ۔ علم تاریخ کی نفاستیں بزرگان دین و دولت کے بہت
بیان کی ہیں ۔ اول نفاست علم تاریخ میں یہ ہے کہ کتب سماوی کہ کلام اللہ ہے وہ زیادہ تر انبیا
کے آثار معاملات سے اور اخبار سلاطین سے اور انکی جباری و قہاری سے کہ عالم و آمرینی آدم
میں بھرا ہوا ہے اور علم تاریخ اسی علم کا نام ہے کہ سرمایہ اعتبار اولوالابصار ہو دوسری نفاست
علم تاریخ کی یہ ہے کہ علم حدیث کہ بالکل قال رسول اللہ و فعل رسول اللہ ہے اور علم تفسیر کے
بعد علوم میں انفع و انفس ہے اور روایت کی تعریف و تنقید اور ورود احادیث کے ماجرا اور
معاملات غزا اور جہاد حضرت مصطفے اور احادیث کو ایام ناسخ و منسوخ کی تقدیم و تاخیر علم تاریخ
سے متعلق ہے اور یہ تعلق ایسا ہے کہ ائمہ حدیث کہتے ہیں کہ علم الحدیث و علم التاریخ توامان ہیں
اگر محدث مورخ نہ ہو تو وہ معاملات حضرت مصطفے و معاملات صحابہ سے کہ اصل میں روایات
احادیث ہیں کچھ علم و خبر نہ رکھے گا مخلص صحابہ کی صحابہ کے ملتزموں کی کیفیت اخلاص و غیر مخلص
صحابہ و غیر ملتزمان صحابہ کا حال اوسپر روشن نہ ہو گا جب مورخ محدث نہیں ہونگے معاملات
مذکور مبرہن نہ ہونگی وہ کسی حدیث کی روایت نہیں کر سکے گا اور قرن نبوۃ اور قرن صحابہ میں
جو احوال اور اخبار گذرے ہیں اور انکی شرح و تفصیل جو سلف و خلف کے باطنوں کو اطمینان
اور دلوں کو تسکین دیتے ہیں یہ سب علم تاریخ سے روشن ہوتے ہیں سوم نفاست علم تاریخ عقل
و شعور کی زیادتی کا واسطہ اور درستی رائے اور تدبیر کا وسیلہ ہوتا ہے ۔ تاریخ دان اور شخصوں کے
تجارب کے مطالعہ سے صاحب تجربہ اور اوروں پر جو لوٹ کر واقع ہونے سے اہل حزم ہوتا ہے
ارسطا طالیس اور بزرجمہر نے کہا ہے کہ علم تاریخ کا جاننا رائے صواب کا موید و معین ہوتا ہے

اسلئے کہ اہل سلف کا حلم خلف کی صحت رائے کے لیے مشابعدل ہوتا ہے چوتھی نفاست یہ ہے
کہ علم تاریخ کے جاننے سے واقعات زمینی و حوادث جدیدۂ سلاطین و ملوک و وزرا اور اکابر کے
دلوں کو قرار و صبر ہوتا ہے اور اگر جہانداروں کو حوادث ملکی سے صعوبت سخت پیش آئے تو
اوسکی کشاکش سے امید منقطع نہیں ہوتی۔ اور امراض ملکی کے دفع کے لیے جو دوا پہلے لوگ
کر گئے ہیں۔ ان سے حال کہ امراض ملکی کی دوا معلوم ہوتی ہے۔ حوادث ظنی دو قابع ذہنی کہ اوسکے
بعد آتے ہیں اونسے دل میں احتراز ہوتا ہے۔ علم تاریخ کے جاننے سے حوادث کی نشانیاں قبل از
وقوع روشن ہو جاتی ہیں۔ پر منفعت النفع المنافع اور النفس المتالع ہے۔ پنجم نفاست انبیا نے
جو حوادث اور وقایع ہیں ان پر صبر اختیار کیا اوسکے جاننے سے علم تاریخ کے جاننے والے کو صبر ہوتا
ہے اور جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیا پر جو آدم کے اولاد میں سب سے بہتر ہیں طرح طرح کی بلائیں پڑی
ہیں تو اسلام کے مومنوں کا دل حوادث اور مصائب کے وقوع سے نہیں گھبراتا۔ ششم نفاست
یہ ہے کہ علم تاریخ سے عادلوں اور نیکوکاروں کی فضائل اور اونکے درجات دل نشین ہوتے ہیں اور
جباروں و قہاروں کا تمرد و گمراہی اور اونکی ہلاکت و ہا خلقاً وسلفاً سلاطین اور وزرا و
ملوک اسلام کو معلوم ہوتی ہیں امور جہانداری میں نیکوکاری کے ثواب اور بدکرداری کے
نتایج ظاہر ہوتے ہیں۔ ہفتم نفاست علم تاریخ کی بنا صدق پر رکھی ہے۔ علم تاریخ کی تالیف
انہیں اکابر و بزرگوں و بزرگزادوں سے مخصوص ہے جو عدالت و حریت و راستی و دوستی سے
منسوب ہیں۔ علم تاریخ کیا ہے خیر و شر و عدل و ظلم و استحقاق و غیر استحقاق و محاسن و
مقابح و طاعات و معاصی و فضائل و رذائل سلف کا نقل کرنا ہے تاکہ پچھلے پڑھنے والے
اسے غیرت پکڑیں اور جہانداری کے منافع و مضار اور جہانبانی کی نیکوکاری و
بدکرداری دریافت کریں اور دل سے اس نیکوکاری کا اتباع کریں اور بدکرداری سے
پرہیز کریں اگر نعوذ باللہ کذابی و مفتری دروغ کو کام میں لائیں اور نفس خبیث و باطمع
خدع کی تلقین سے بزرگان سلف کی ناشائستہ حکایتیں بنائیں اور اوسکو کتاب میں
لائیں اور اپنے بہتان کو رنگین عبارتوں میں رواج دیں اور جھوٹ کو سچ بنا کے لکھیں تو ہم

دنیا اور آخرت کے گناہ سے نہ خوف کرنا اور قیامت کے دن جواب دینے سے ہراس نہ کرنا ہے
غیبت اگرچہ صرف زبان سے ہوتی ہے نیکون کو بد کہنا اور لکھنا زیادہ تر سبب ہے اور بدون
کو نیک کہنا اور لکھنا سب بدکاریوں کا سر ہے جب اخبار و تواریخ بے سند ہوں اور وہ علماء
سلاطین و اکابر کے اعلام کرتے ہوں تو مولف تاریخ اہل اعتبار سے چاہئے کہ ہو اور صدق و
عدالت میں مشہور و مذکور کہ اوسکے بے ستار لکھنے پر پہنچنے والون کا اعتقاد راسخ ہو اور معتبرون
میں اوس کا اعتبار ہو معتبروں کا اطمینان خاطر اُسی معتبر کی تحریر پر ہوتا ہے کہ جسکی امانت
و دیانت میں شبہ و شک نہ ہو۔ تواریخ نویسی کے لئے یہ شرط لازمی ہے کہ جس بادشاہ یا
بزرگ کے فضائل و خیرات و عدل و احسان لکھے اوسکے مقابح و رذائل بھی مستور
نہ رکھے اور معاصرت کے طریقہ کو تاریخ کے لکھنے میں معمول نہ کرے اگر مصلحت دیکھے تو صریح ورنہ
رمز و کنایہ و اشارہ میں زیرکون اور عاقلوں کو انسے آگاہ کرے۔ اور اگر کسی خوف و ہراس کے
سبب سے ہم عہد و ہم عصر کی برائیاں نہ لکھ سکے تو اس میں وہ معذور ہے لیکن جو گذشتہ لوگ ہیں
اونکا حال سچ سچ لکھے۔ اگر مورخ کو کسی عصر و عہد میں کسی بادشاہ یا وزیر یا کسی بزرگ سے
کوفتگی پہنچی ہو یا اوسنے اوسپر نوازش کی ہو تو تاریخ کی تالیف کے وقت لطف و قہر نوازش و
شفقت پر اوسکی نظر نہ ہو تاکہ اوس کا نتیجہ یہ نہ ہو کہ راستی کے برخلاف کسی فضیلت رذیلت کو
جو حقیقت میں نہ ہو اور معاملہ اور ماجرا کو جو واقع نہ ہوا ہو لکھے بلکہ مورخ کو دیناً و اعتقاداً
و صدقاً و مذہباً راست و درست لکھنا منظور نظر ہو اور قیامت کے جواب کا خوف اسکو ہو
مورخ پر واجب لازم ہے کہ کذابوں و مداحوں و مبالغہ کرنے والوں اور شاعروں اور
دروغ زنوں اور سخن آرائیوں کے طرق و طریقت سے بالکل احتراز کرے۔ یہ لوگ خرمہرہ
کو لعل و یاقوت کہتے ہیں اور اپنی طمع کے سبب سے سنگریزہ کا نام جواہر گرانمایہ رکھتے ہیں۔
جو اونکے احسن نوشتے اور اختراع ہوتے ہیں وہ اکذب ہوتے ہیں۔ مورخ جو لکھتا ہے
اوسپر اور لوگ اعتقاد کرتے ہیں۔ اگر وہ دروغ ہوگا تو وہ زبان زدہ ہوگا اور نوشتہ اوس کا
خدا اور اوسکے درمیان حجت ہوگا اور کل قیامت کو مولف کذاب سخت ترین عذاب و

عقاب میں مبتلا ہوگا مسلم علوم میں علم تاریخ نفیس و نافع ہے ۔ اور تاریخ کا تالیف کرنا بڑا کام
ہے اور اس علم کے منافع اس شخص کے حق میں بھی ساری ہوتے ہیں جس کے مآثر و محامد
صحائف روزگار پر باقی رہتے ہیں ۔ اور مورخ کے بہت سے حق ان لوگوں کے ذمے پر ثابت
ہوتے ہیں جنکے اخبار و آثار کو لکھتا ہے اور اونکے مآثر کو زمانہ میں پھیلاتا ہے - اگر وہ زندہ ہیں
تو اونکے مآثر کا نشر اونکی محبت و نیک گوئی و نیکخواہی کا سبب ہوتا ہے اور اونکی دوستی
آشنا و بیگانہ کے دل میں منقش ہوتی ہے اور اگر وہ مردہ ہیں تو اونکا ذکر تا ثر حیات ثانی ہوتی
ہے اور وہ مستحق علیہ الرحمت کے ہوتے ہیں اور جو تاریخ سنتے و پڑھتے ہیں ۔ اونپر مورخ کے حقوق ہوتے
اسلئے کہ اوسکی تحریر کے سبب سے پڑھنے والوں اور سننے والوں کو منافع حاصل ہوتے ہیں +

فائدہ اول بنی آدم کو معرفت اشیا عقل و حس کے ذریعہ سے میسر ہوتی ہے اور تمام محسوسات
مین بعض مشاہدات اور بعض مسموعات ہیں ۔ عقلمندوں پر ظاہر ہے کہ عالم کا احوال [illegible]
[illegible] اور یہ بھی محال ہے کہ افراد بشری میں سے شخص واحد
[illegible] ہے واقعات اور حالات کو مشاہدہ کرے اور اونکے خیر و شر پر
[illegible] عالم اور اہل عالم اور اونکے اوضاع و اطوار کا طریق پہچانے
علم تاریخ میں تامل کرنا ہے اور اوسکی بنا مسموعات پر ہوتی ہے جسکا غائب کوئی اور علم متکفل نہیں ہے

فائدہ دوم علم تاریخ سے خوشی و بشاشت حاصل ہوتی ہے اور آئینہ خاطر سے رنج و ملال کا
زنگ جہل جاتا ہے ۔ صاحب خرد جانتا ہے کہ حواس انسانی میں سمع و بصر کا مرتبہ بڑا ہے جیسی
صورت حسنہ کے ملاحظہ سے حس بصر محظوظ ہوتی ہے اور ملول نہیں ہوتی ایسی ہی حس سمع بھی اخبار
و آثار کے سننے سے ملول نہیں ہوتی بلکہ ہر لحظہ اوسکی بہجت و مسرت کو بڑھاتی ہے اس لئے کہ
انسان کی جبلت میں اخبار و استخبار مرکوز ہے اور بنی آدم کی طبائع میں وہ پیدائشی ہے امثال
میں یہ لکھا ہے کہ لا یشبع العین من نظر ولا السمع من خبر ولا الارض من مطر (آنکھ
دیکھنے سے اور کان سننے سے زمین مینہ سے سیر نہیں ہوتی)

فائدہ سیوم علم تاریخ میں باوجودیکہ بہت سے فائدے ہیں سہل المآخذ ہے اور اوسکے حاصل کرنے میں زیادہ

تکلفت اور مشقت نہیں پڑتی اور وہ حفظ پر بھی ہے پس جو شخص گذشتہ واقعات کی محافظت کریگا
اور اوسکے مطالعہ میں مشغول ہوگا وہ اپنے آمال و آمانی کے حاصل کرنے میں تتبع اوقات میں صرف
کریگا اور جلد اپنے مطالب مقصود پر فائز ہوگا۔

فائدہ چہارم جس شخص کو اس فن میں تجربہ حاصل ہوگا اور اقوال مختلفہ پر اطلاع ہوگی
وہ ثقات کی روایات کے موافق سچی باتوں کا مختار ہوگا اور اونکے مخالف باتوں کو مردود
و کاذب جانیگا اسے اوسکو حق و باطل میں اختیار کرنے کا شرف حاصل ہوگا۔

فائدہ پنجم۔ [illegible] کا قول ہے کہ فضائل انسانی میں تجربہ بھی ہے اور اہل
تجربہ ہی کے واسطے [illegible] کامل ہوتی ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ عقل کے [illegible]
ایک مناسب لفظ کا اطلاق کرتے ہیں انہیں ایک عقل تجاربی ہے اور حکیموں نے تجربے کے تین درجے
مقرر کئے ہیں اول یہ [illegible] کسی ایسے امر کو اختیار کرے کہ جسکا نفع [illegible] عائد ہو
دوم یہ کہ دوسرے آدمی [illegible] میں مشاہدہ کرے کہ نیک بد [illegible]
سوم یہ کہ احوال متقدمین [illegible] پیدا کرے اور اونکی نحوست و سعادت [illegible]
اسباب کو [illegible] سے معلوم کرے اسے زیادہ ان تین درجوں میں سے کوئی
نہیں ہے کہ کوئی شخص [illegible] واقعہ ہوا اخبار سلف کی نقل موثوق بہ ہوتی ہے اور اسمیں
کوئی شی تامل سے سچائی جاتی ہے اور تاؤل سے وضع کی جاتی ہے یہ درجہ مرتبہ اول کا نایاب
مناسب و جاری مجرا ہے۔ ضرور ہے کہ کسی طایفہ کی حزم و کارروائی کی حکایت کہی جائے
جس سے مطالب و انواع کامرانی پر فائز ہونا مرتب ہوا ہے اور اس کا حسن عاقبت بیان کیا جائے
تو صاحب خرد و سعادت مند اسکی پیروی کرتا ہے اور ہوشمند اسکا اقتدا کرتا ہے کہ عاقبت بخیر
و خاتمہ بخوبی ہو اور ایسی ہی اگر قوم کی ضعف رائے اور سستی تدبیر اور غفلت و نادانی گذارش
کی جائے اور اوسکے انجام کی سختی اور اختتام کا قاعدہ بیان ہو تو ہوشیار بحکم فاعتبروا یا اولی الابصار
اسے عبرت پکڑتا ہے۔ فائدہ ششم علم تاریخ کے متامل کو واقعہ مین کے واقع ہونے سے عقلاء
عالم کے ساتھ مشورت حاصل ہوتی ہے اور اس قسم کی مشاورت ابناء عصر کے ساتھ ظاہر ہے

اسواسطے پہلے بزرگون کو جو وقایع پیش آئے ہیں اونہوں نے اپنے خاص مصالحہ کو مرعی رکہا ہے اور اس موجودہ زمانہ کے اہل شعور ابنے سے غیر کے منافع پر نظر رکہتے ہیں اور آدمی اپنے صواب حال پر زیادہ بہ نسبت دوسرے کے حال کے ہمت لگاتے ہیں اور اپنے امور کے حفظ میں بہ نسبت امور غیر کے حفظ کے زیادہ امین ہوتے ہیں پس اس سے ثابت ہوا کہ مشعورہ مذکورہ سابقہ مشاورت حال سے زیادہ اولے وانفع ہے جب کسی پر کوئی واقعہ واقع ہوتا ہے اور وہ اوسکے کشف کے طریقہ کو اس علم سے استکشاف کرتا ہے تو کل علما کی عقل کا نتیجہ اسکے سامنے ہوتا ہے اسواسطے وہ لشکر حوادث اور [illegible] نون کو تہین تاراج کرتے اور اسلاف کی عقل کے ہاں سے اوسکے رنجون کا چارہ [illegible] اتا ہے اور جو چراغ اور ورتیج روشن کیا ہے اس کی روشنی میں بغیر محنت ورنج کے وہ دینی مہمات کا سرانجام کرتا ہے اور حیرت و سختی تیہ کے جنگل میں مارا مارا نہیں پہرتا۔ اس مضمون کا موید یہ کلمہ ہے۔ السعید من وعظ بغیرہ (سعید وہ ہے جو غیر کو دیکہ کے نصیحت پکڑتا ہے) [illegible] م تاریخ شعور زیادتی عقل کا سبب اور ازدیاد [illegible] فضل کا وسیلہ اور صحت رای کا [illegible] ہوتا ہے اسیلئے بزرجمہر نے کہا ہے کہ علم تاریخ راستے صواب کا معین و موید [illegible] و احوال سلف کا علم خلف کی صحت رائے میں شاہد عدل و گواہ فضل ہے۔

فائدہ ہشتم۔ اس فن کے علم کی بدولت صحاب اقتدار واختیار کے صحائف مہولناک و مشکل حادثات کے [illegible] سے بہرہ ور رہتے ہیں اگر ناگاہ مقتضیات فلکی سے کوئی صعوبت رونما ہوتی ہے تو فتح و کشفت کی امید منقطع نہیں ہوتی اسواسطے کہ زمانہ سابقہ میں بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ واقعہ عظیمہ اور دواہیہ کبیرہ واقع ہوئے اور وہ محض کردگار کی عنایت سے سہل طور پر سر سے ٹل گئے

ہزار نقش برآرد زمانہ و نبود
یکے چنانکہ در آئینہ تصور ماست

فائدہ نہم۔ جو شخص کہ اخبار اور تواریخ پر مطلع ہوتا ہے وہ صبر و رضا کے مرتبون سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ یہ دونو اصفیاء و اتقیاء کے اشرف مراتب ہیں اسلئے کہ جس وقت کہ حوادث روزگار میں تعمق و تامل کیجائیگا کہ ذوات کرام رسل و انبیاء علیہم السلام پر صد ہا رنج کی بلائیں نازل ہوئیں اور اونہوں نے تحمل کر کے مصابرت کا طریقہ کس خوبی سے اختیار کیا۔ اسلئے جب کوئی

واہیہ عظمیٰ رونما ہو تو صبر و رضا کو اختیار کرے اس میں شک نہیں جو ان ہو فضیلتوں کا التزام کرے
وہ دارین کی سعادت سے مستفید ہوگا اور منکرین کی شقاوت سے محروم رہیگا فائدہ وہم فی الحقیقت اسکے
کئی فائدے ہیں مگر ارباب تاریخ نے ان سب فائدوں کے مجموع کا نام ایک فائدہ رکھا ہے وہ یہ
یہ فن شریف غرائب انقلابات و عجائب تحویلات کا مخبر ہے جب ان پر سلاطین بادادو وملوک
اور ارکان دولت اور اعیان مملکت کو علم ہوتا ہے تو وہ حضرت مالک الملک کی قدرت قاہرہ پر
زیادہ مطلع ہوتے ہیں۔ پہلے لوگون کے تغیرات حالات جو مذکور ہوتے ہیں اونسے معلوم ہوتا ہے
کہ نعمت و نقمت و راحت و محنت کو چنداں بقا نہیں ہے اقبال سے مغرور اور ادبار سے ملول
نہیں ہونا چاہئے اور جب علما و لون کی سعادت و شرف درجات پر وہ اطلاع پاتے ہیں اور
متمردون کی پریشانی و گمراہی پر آگاہ ہوتے ہیں امور جہانداری میں نیکوکاری کی ثمرات اور
بدکاری کے نتائج اصحاب قدرت پر ظاہر ہوتے ہیں تو جو بادشاہ جہانگیری کی ابتدا میں طریقہ
قہاری اور شیوہ جباری ظاہر کرتے ہیں تو وہ سیرت مذمومہ کہ اہل ضلالت کی خصلت ہوتی
ہے اُسسے عدول کرتے ہیں اور جہاں تک اشرار سے سعادت پاکر مسالک ابرار میں آتے ہیں
جس سے اونکے لئے عقبے میں منزل اعلیٰ مہیا ہوتی ہے +

ارباب زمان سے زیادہ کوئی طائفہ اس علم کا محتاج نہیں ہے اسکی وجہ اول یہ ہی کہ
عالم کی مصالح کلیہ انہیں کی رائے و رویہ پر مفوض ہیں اور خیر و شر جو واقع ہوتے ہیں وہ
اونکے اجرا اور دفع پر مامور اور مکلف ہیں اونکو حوادث اور وقائع ملکی و مکائد حروب
و تدبیر اصحاب سے آگاہی کی معرفت سے چارہ نہیں ہے۔ یہ سب حالات اسی فن سے معلوم ہوتے
ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ جب وہ اس فن میں تامل فرمائینگے
اور پہلے بادشاہون و حاکمون جریان امور انکے کان تک پہونچینگے تو وہ محاسن اخلاق
و فضائل اخلاق افت اور زوال منصب و حکومت کے اسباب ہیں اونسے اجتناب و احتراز کرنا ضرور
و لازم جانینگے خاص کر وہ بلند ہمت دولتمند جب پہلے لوگون کی خوش اخلاقی میں
تامل کرینگے تو انکو رشک پیدا ہوگا اور وہ یہ جانینگے کہ قوم سابق پر نیک نامی میں ہم فائق

ہون رعیت پروری اور جو بقائے مملکت کی اسباب ہیں انکی کوشش کرینگے اور محنت و آفت م

ظاہر ہے کہ سلاطین کو اس فن تاریخ کی احتیاج زیادہ رعیت سے ہے +

ہوجائیں سوم وجہ یہ ہے کہ حکام و امرا ہمیشہ مصالح ملک کی حفظ میں مبتلا رہتے ہیں اور اونکے
افکار مہمات میں استغراق سے ملول ہوتے ہیں تو اس طائفہ رفیع المکان کو حکایات و تواریخ کے سننے
سے استراحت و آسائش ہوگی - اوقات شامت و ملالت میں نشاط خاطر کے واسطے الم
کے کوئی علم ملائم تر تاریخ سے زیادہ نہیں ہے - اگر اس فن کی شرافت اور فضیلت کے
اثبات پر کوئی جاہل یہ اعتراض کرے کہ اکثر تواریخ میں مفتریات اور موضوعات اور واہی
تباہی بے سروپا مضامین پہلے لوگ لکھہ گئے ہیں وہ اعتماد کے لایق نہیں جہاں صدق و
کذب و صواب و خطا مخلوط ہوں اون میں تمیز کرنا دشوار ہے اوسنے کوئی فائدہ مترتب
نہیں ہوتا تو یہ شبہ اس طرح دفع ہوتا ہے کہ ائمہ سلف و اکابر خلف نے اس علم کی بنا راستی
و صدق پر رکھی ہے یہ محال ہے کہ فضلاء روزگار اور علماء اخبار افترا اور کذب کو اپنا
شعار بنائیں اور مفتریات و موضوعات کی نقل پر جرأت کریں جو کچھہ اونسے حد تواتر کو پہنچا
ہے البتہ وہ خلل و زلل سے محفوظ ہے اور اگر کسی کذاب مفتری نے نفس خبیث کے سکہانے سے
اکابر سلف کے معاملات نا موجہ اور نقلیں گھڑ کر ورقوں کے صفحوں پر منقش کی ہیں ان
کمزوں کے نقادوں نے بے شک اس تالیف بے توصیف و ترکیب بے ترتیب کو لعن طعن کا ہدف
بنایا ہے اور اونھوں نے مفتریوں اور کذابوں کے افترا اور بہتان کو خلقت پر ظاہر کیا
ہے اور بتلا دیا ہے کہ فلان شخص کی تالیف سراسر حشو اور اوسکی تصنیف سر بسر قابل
نسخ و محو ہے ارباب عقل پر ظاہر ہے کہ تالیف و تصنیف کرنا ایک امر خطیر و کار بزرگ ہے
خاص کر تاریخ کا جمع کرنا و ترتیب دینا - اسلئے کہ اس فن کی کتابیں ذوی الاقتدار بادشاہوں
اور عالی مقدار امرا و اکابر و اشراف و علماء و فضلاء اطراف کی نظر سے گذرتی ہیں بلکہ
بازاری لوگ اور اہل حرفہ بھی جو سفید و سیاہ میں فرق نہیں کر سکتے اس علم کی کتب کے
سننے و پڑہنے کی طرف رغبت کرتے ہیں اور مصنف بیچارہ من صنف فقد استہدف
تھوڑی تقصیر پر خلقت کے تیر ملامت کا نشانہ بنتا ہے - پس اگر تحریر تاریخ کے لئے چند
شرائط لکھی جائیں تو مورخ پر شاید منصف مزاج طعن کریں اور اس کی باتوں کو خوشی

حسنین - شرط اول تاریخ نویس کو چاہیے کہ سالم العقیدت و پاک مذہب ہو بعض بدمذہب خوارج و روافض نے اصحاب و تابعین کے قصص ناپسندیدہ گھڑ لئے ہیں اور مشہور و مجہور و مردود و مقبول باتیں اپنی تالیف میں لکھی ہیں اور اس طرح آدمیوں کو فریب دیا ہے جب کسی کو اونکی اصل کید و خداع پر اطلاع نہیں ہوگی تو وہ یہ گمان کرے گا کہ اس جماعت نے روایات مشکات نبوت و مصباح رسالت سے تفتیش کی ہیں تو اس اعتقاد فاسد سے وہ ضلالت و گمراہی میں پڑے گا +

شرط دوم - مورخ جو کچھ لکھے وہ بیان واقعہ ہو کل حالات کو قید کتابت میں لانے یعنی جیسے کہ اکابر و اعیان کے فضائل و خیرات و عدل و انصاف تحریر کئے ہیں - ایسے ہی مقابح و رذائل اونکے ذکر کرے اور کسی بات کو چھپائے نہیں اگر مصلحت جانے تو قسم دوم کو تصریح کے ساتھ بیان کرے ورنہ رمز و کنایہ و ایما و اشارہ کے طریقہ کو اختیار کرے العاقل تکفیہ الاشارۃ +

شرط سوم - مدح و ذم میں افراط و تفریط سے احتراز واجب جانے اور خوشامد نہ کرے اگر اپنے جلب منفعت و دفع مضرت کے سبب سے چارہ نہ ہو تو مضمون کلمہ خیر الامور اوسطہا کو نہ چھوڑے بے شک جب اوس کی نظر صدق معاملہ و صحت واقع پر ہوگی تو اوس کے مطالب و مآرب حاصل ہونگے +

شرط چہارم - تاریخ نویس شیوہ تکلفات کو نہ اختیار کرے اور ایسی کوشش کرے کہ کلمات وافی و تقریرات شافی سے سیاق کلام موکس ہو حکایات و روایات کے صفحوں پر تصریحات لطیف کے نقش ہوں عبارت سلیس و پاک قریب الفہم اختیار کرے کہ رکاکت کلمات اور غرابت الفاظ و لغات نازلہ و عبارات سافلہ سے خالی ہوں تاکہ خواص و عام جنکی نقول و افہام متفاوت ہوتی ہیں حظ وافر سے محظوظ ہوں اور اوسکی تالیف لوگوں کی نظروں میں محمود و پسندیدہ ہوں اور کسی کو رد و عیب نمائی کی مجال نہ ہو یہ شیوہ کچھ فن تاریخ سے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ کل فنون سے جو لغات مختلفہ میں تالیف ہوتے ہیں +

ابن خلدون کا حال اور اوسکے مقدمہ تاریخ میں سے چند مضامین کا انتخاب +

شرط عظیم مولف تاریخ امانت و دیانت میں معروف ہو صدق گفتار و حسن رفتار میں مشہور اسلئے کہ اخبار و تواریخ عموماً اور قضایا و سلاطین خصوصاً اکثر سند نہیں ہے کہ جسکے سبب سے اعتماد کلی اوسپر کیا جاوے اور شرح وقایع میں جھوٹ سے ایمن ہو۔ جب مورخ متدین و امین ہوگا اوسکے کمالات و فضائل کے طالبوں کو اطمینان قلبی حاصل ہوگا کہ ایسا شخص دین کو دنیا کے غرض میں نہیں بیچیگا اور کذب و بہتان بنانے سے وبال عاقبت و سوء خاتمت اوسکو اچھا نہیں معلوم ہوگا وہ روایات و حکایات دلپذیر کی تنقیح میں کمال اہتمام کریگا اور شوق کتب مطول صحایف کو نقل سے زیب و زینت دیگا اور تغیر و تبدل سے احتراز کریگا تاکہ اوسکے آثار آخر زمان تک قایم رہیں

مسلمانوں میں ابن خلدون بڑا نامور مورخ گذرا ہے جسکا لوہا اس زمانہ میں اہل یورپ مانتے ہیں روبرٹ فلنٹ ایک نامور فاضل عالم مورخ اپنی فلوسوفی اوف ہسٹری کے صفحہ ۱۵۰ میں تحریر فرماتے ہیں سب سے اول جس شخص نے علم تاریخ کو سائنس یعنی علوم حکمیہ میں سے ایک علم قرار دیا وہ ابن خلدون تھا۔ گو اس باب میں کہ وہ علم تاریخ کو سائنس قرار دینے کا موجد تھا۔ ارباب الرائے کے آرا میں اختلاف ہو مگر انصاف و راستی منش اسکے مقدمہ کو مطالعہ کرکے یہی کہے گا کہ اس ایجاد کا سہرہ ابن خلدون کے سر بندھا ہے اور یہ اعزاز اسی کو دی گئی ہے جو سب سے پہلے حاصل ہوا۔

ابن خلدون نے اپنا حال آپ لکھا ہے اسکو نہایت مختصر کرکے ہم نیچے لکھتے ہیں

سنہ ۷۳۲ میں طیونس میں ابن خلدون پیدا ہوا۔ وہ حضرموت کے کسی قبیلہ عرب کی نسل میں سے تھا کئی صدیوں سے سپین میں اوسکے باپ دادا سلاطین کے عمدہ عہدوں پر ممتاز تھے جب بنی امیہ کا خاندان تباہ ہوا تو شمالی افریقہ میں جاکر اوسکے آبا و اجداد آباد ہوئے۔ ابن خلدون کی تربیت و تعلیم نہایت شائستگی کے ساتھ ہوئی۔ ایام طفلی سے علم کا شوق اوسکا دامن گیر تھا۔ نوجوانی میں اوسکو علوم مختلفہ کے درس دینے کی اسناد مل گئیں علم تفسیر و حدیث و فقہ و فلسفہ صرف و نحو و منطق و اصول فقہ و زمانہ جاہلیت کے علم ادب میں اوسکو استعداد کامل ہو گئی۔ گو زمانہ نے عالمانہ زیست بسر کرنے کے فرصت کم دی مگر اوسکے دل میں ہمیشہ علوم کے شوق اور علم ادب کے عشق کی آتش شعلہ افروز رہی بیس برس کی عمر میں وہ امور ملکی میں مصروف ہوا

اور طبوس کے سلطان ابن اسحاق دوم کی ملازمت میں اوس نے اعتبار اور اقتدار پیدا کیا۔ دو برس کے
بعد وہ فیض کے سلطان ابو عنان کے پاس چلا گیا اور وہاں اوس نے سلطان کے مزاج میں ایسا
دخل پیدا کیا کہ اوس کے اقران کو اس قدر حسد پیدا ہوا کہ اونہوں نے سازشیں کر کے اوس کو معزول
کرایا اور قید خانہ میں ڈلوایا۔ ۱۳۵۹ء میں جب ابو عنان کو اجل آئی تو ابو سلم نے اوس کو قید سے
نکالا اور اپنا مقرب بنایا مگر پھر اوس پر ارکان سلطنت کو حسد پیدا ہوا۔ اور جب ابو سلم کا انتقال ہوا
اور اوس کے وزیر عمر سے جسکے ہاتھ میں سلطنت کا اختیار بالکل تھا ابن خلدون کی نہ بنی تو وہ آگے سے
ناراض ہو کر سپین میں چلا آیا۔ یہاں احمر کا حد سے زیادہ احترام و اعزاز ہوا۔ افریقہ میں وہ ابن الاحمر
کی خدمت نمایاں بجالایا۔ سال آئندہ میں وہ اوسکی طرف سے سفیر بن کر سویلی میں پیٹر دی کرویل
بادشاہ کیسل کی خدمت میں گیا جسنے اسکی بڑی آؤ بھگت کی ۱۳۶۵ء میں وہ افریقہ میں آیا۔ یہاں
اسکا ایک قدیمی دوست ابن عبد اللہ تھا جسنے قسطنطنیہ کو فتح کر لیا تھا۔ اوسکا وزیر اعظم وہ ہو گیا
مگر ابن عبد اللہ قسطنطنیہ کے سلطان عبد العباس سے لڑ کر ایک جنگ میں مارا گیا تو ان بادشاہوں کی
جنگ آزمائیوں میں ابن خلدون کے کئی برس زندگی کے بڑی تلخی میں کٹے۔ اسکا گذارہ اس طرح سے
ہوتا تھا کہ آزاد زبردست قوموں کے سردار اوسکے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ ۱۳۷۰ء سے ۱۳۷۴ء تک
وہ سلطان مراکو کی خدمت میں رہا اور اوس کی طرف سے عرب کی اقوام کے ساتھ صلح کے
عہد و پیمان کی گفتگو کرتا رہا۔ دوبارہ پھر سپین میں آیا مگر یہاں وہ زبردستی مراجعت پر
مجبور کیا گیا۔ اب وہ ملکی کاموں سے دست بردار ہوا اور چار برس تک خلوت گزین رہا اور
مطالعہ علمی کے سوا کچھ اور کام نہیں کیا اور اس خلوت میں اپنی تاریخ کا مقدمہ تصنیف کیا
اور عرب و بربر کی تاریخ کی تحریر کا آغاز کیا۔ اس تاریخ کی تصنیف کیواسطے اوسکو بڑے
بڑے کتب خانوں کی ضرورت پڑی اسلیے وہ ۱۳۷۸ء میں طیونس میں گیا۔ سلطان
عبد العباس نے اوس پر نہایت عنایت اور تعظیم و تکریم اوسکی کی اور اہل شہر اور طلبہ نے اوس کے
آنے کو ایک نعمت غیر مترقبہ جانا اور اوس سے اپنے جوش محبت کا اظہار نہایت شوق سے
کیا اور اوس کو جانے نہ دیا اور اپنی تعلیم و تدریس کے لیے اوسے روک لیا۔ مگر مفتی عرفہ

اور اوسکے ساتھ امراء اوس کی جان کے دشمن بنے اور ایسی عداوت اوس کے ساتھ کی کہ
اوس کو وہاں رہنا دشوار کر دیا۔ اوسنے بربر کی تاریخ ختم کر کے مکہ معظمہ کا قصد کیا حج کی اجازت
لیکر اکتوبر سنہ ۱۳۸۲ء کو جہاز میں سوار ہو کر مصر کی طرف چلا۔ نوامبر میں اسکندریہ میں اترا۔ ایک
مہینہ یہاں قیام کیا۔ پھر قاہرہ میں آیا۔ اب اوسکی ناموری اور شہرت ایسی ہو گئی تھی کہ اسکا
نام یہاں اوس سے پہلے آگیا تھا۔ اس سال یہاں سے کوئی کاروان مکہ کو نہیں جاتا تھا اس لئے
حج کو وہ نہ جا سکا اور سلطان برقوق کے کہنے سے اوسنے عہدہ مدرسی قبول کر لیا بعد ازاں
عہدہ قضا پر اوسکی ترقی ہوئی۔ مگر اوسکی عدالت میں ایسا تشدد تھا اور شریعت کے خلاف
کاموں کی ممانعت میں ایسا سخت گیر تھا کہ اوس کے سبب سے اوس کے دشمن بہت ہو گئے
اس زمانہ میں ایک حادثہ عظیم اسپر یہ نازل ہوا کہ مراکو سے مصر کو اس کا سارا کنبا جہاز میں سوار
آتا تھا کہ جہاز تباہ ہوا اور اوسکے سب اہل و عیال بحر فنا میں غرق ہوئے پھر اوسنے
یہ کہا کہ ایک ہی صدمہ میں میری مسرت و دولت و اولاد برباد ہو گئی۔ اس رنج و الم سے
وہ ایسا شکستہ خاطر ہوا کہ سوا عبادت الٰہی کے اوسکے دل کو چین کسی اور کام میں نہیں ملتا
تھا۔ سنہ ۱۳۸۷ء میں مکہ معظمہ گیا۔ وہاں سے قاہرہ میں آیا۔ ایک مدت تک مطالعہ اور درس
علمی میں مصروف رہا۔ اپنے حالات کے بیان میں سنہ ۱۳۹۴ء تک ایک کتاب لکھی سنہ ۱۴۰۰ء میں وہ
شام میں گیا۔ یہاں فرح سلطان مصر اور صاحب قران امیر تیمور کی لڑائی ٹھن رہی تھی۔
وہ بھی اس لڑائی میں شریک ہوا اور دمشق میں محصور ہوا۔ مگر پھر اپنے تئیں امیر تیمور کو حوالہ کیا۔
امیر نے اپنی شاہانہ عنایت اور سخاوت سے سرفراز کیا۔ ابن خلدون نے بھی امور ملکی میں امیر کو
اپنی لیاقت کے کمال دکھانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ امیر اس کے علم کا ایسا قدرشناس
ہوا کہ اوسکو اپنے ہمراہ لیجانے کا ارادہ کیا۔ یہ ترک بادشاہ اس مورخ کے لیجانے سے خوش تھا مگر
اس عربی بربر کی زبان اغوا آمیز اوسکے ارادہ کی مانع ہوئی۔ ابن خلدون قاہرہ کو پھر آیا اور یہاں
قاضی القضات کا عہدہ پایا۔ چوہتر برس کی عمر میں سنہ ۱۴۰۹ء میں اوسکو موت نے نہ چھوڑا۔ اوسکی
تصنیفات سے چھوٹی چھوٹی کتابیں بہت ہیں مگر وہ نایاب ہیں فقط اوسکی تصنیف سے تاریخ مشہور ہے

جسنے اوسکے نام کو حیات دوام دیدی ہے۔ ابن خلدون کا نہایت مختصر حال ہم نے اسلئے لکھا کہ جسنے ہمکو
معلوم ہو کہ وہ بھی ایک عجیب غریب آدمی تہا اوسکی سوانح عمری سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیسی کیسی
حالتوں میں رہا کہیں مہا زنگوں کے خارستان میں ایسا پہنسا کہ جبتک اپنے پہلوؤں کو زخمی
نہ کرے نکل ہی نہیں سکتا تہا۔ روز بروز اوسکے پہنسانے کے لئے سازشیں ہوتی تہیں شخصی
حکومت کی بلائیں اوسکے سر پر آتی تہیں یہ اسی کا کام تہا کہ ادہر گرتا تہا اودہر پہر سنبہل کر اوٹہتا تہا
اوج وحضیض دونو کے تماشے دیکہتا تہا۔ ابتدا عمر سے آخر عمر تک اوسکو ایسے سوانح پیش آئے
جسنے اوسکو سبطرح کے انقلابات دنیا کے دکہائے۔ کبہی وہ قیدخانہ میں گیا کبہی معزول ہوا
کبہی با اقتدار اور با اختیار ایسا ہوا کہ سب کے دل میں اسکا خوف پیدا ہوا کبہی تحسین و آفرین کا
آوازہ اوسکا بلند ہوا۔ وہ صاحب فطرت مدبر تہا اور کامل ندیم مستشار سوتمن۔ مقرر فصیح ذہین
مختلف قسم کے کاموں کے لئے نہایت لائق کارکن و کار فرما۔ بڑا زمانہ ساز تہا۔ اس زمانہ میں جو
مسلمانوں کے علوم و فنون تہے اونمیں سے ہر علم کا عالم اور ہر فن کا ماہر تہا۔ وہ علم میں اور ملکی امور
میں شہرت حاصل کرنے میں اولوالعزم تہا۔ سازشوں میں شریک ہونے سے بہی اوسکو انکار نہ تہا
مگر اسمیں کوئی بدعادت نہ تہی یہ نیک نہاد سچا مسلمان تہا۔ اس زمانہ میں جو علوم فلسفیہ کا رواج تہا
اور وہ اپنی معراج پر تہے اونکو وہ باطل اس سبب سے بتاتا تہا کہ اونسے مذہب کو مضرت پہنچتی تہی
ان علوم فلسفیہ میں تو اوسنے کوئی اپنا علم بلند نہیں کیا۔ مگر اوسنے علم تاریخ کو ایسا شرف دیا کہ علوم حکمیہ
سے بہی اوسکو بڑہا دیا۔ اب اوسکے مقدمہ کے چند فقرے جسکو جناب نواب محسن الملک محسن الدولہ منیر نواز
بہادر مولوی سید مہدی علی صاحب نے مقدمہ تاریخ ابن خلدون کے ریویو میں ترجمہ کرکے لکہے ہیں نقل
کرتا ہوں اور اسپر کچہہ حاشیہ چڑہاتا ہوں +

اس نامور عالم متبحر نے اول فن تاریخ کی فضیلت اور فوائد کو بیان کیا ہے پہر ان سببوں کو
بیان کیا ہے جو اس فن کو واہی اور غلط اور غیر مفید کر دیتے ہیں چنانچہ وہ لکہتا ہے کہ فن تاریخ
بظاہر تو نہایت آسان ہے اور اوسکا سمجہنا ہر خاص و عام و عالم و جاہل کو یکسان۔ کیونکہ پچہلے
زمانہ کی باتیں اور گذشتہ واقعات کی خبریں اس سے معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن درحقیقت اسکے لئے

نہایت غور اور فکر درکار ہے تاکہ ان واقعات کے اسباب دریافت ہوں مثلاً فلان واقعہ کیوں ہوا
اور اوسکے شروع ہونے کے اسباب کیونکر ظاہر اور پیدا ہوئے اور انجام اسکا کیا ہوا اور کیوں بس
درحقیقت فن تاریخ کو ایک عمدہ فن فنون حکمت سمجھنا چاہیے۔ اگرچہ بڑے لایق مسلمان مورخوں نے تاریخ اور
اخبار کو اچھی طرح جمع کیا مگر بعد اونکے جو مورخ پیدا ہوئے اونہوں نے تاریخ کو بیہودہ باطل وہمیات سے
خلط ملط کر دیا۔ اور بہت سی باتیں بیہودہ اسمیں ملادیں اور اکثر ضعیف اور بنائی ہوئی روایتیں
داخل کردیں اور بہت لوگوں نے جو بعد اونکے ہوئے اونہوں نے ناواقفوں کی پیروی کی اور انہیں
پوچ و لچر روایتوں اور واہی تباہی کہانیوں کو جیسا سنا تھا ہم تک پہنچادیا۔ نہ واقعات کے اسباب
پر غور کیا اور نہ ان حالات کی تصدیق اور تنقیح پر توجہ کی نہ بیہودہ باتوں کو سچے واقعات سے
جدا کیا اور نہ لغو روایتوں سے تاریخ کو پاک۔ اسلئے تاریخ ایسا فن رہ گیا جسمیں تحقیق کم ہے اور
تنقیح تھوڑی۔ اور غلطیاں اور اوہام بہت گو کہ تقلید انسان کے رگ و پے میں سمائی ہوئی ہے
اور ایک دوسرے کی پیروی کا عادی ہورہا ہے اور جہالت آدمی کو گھیرے ہوئے ہے مگر حق
ہمیشہ حق ہے جس پر کوئی غالب نہیں ہوسکتا اور باطل ہمیشہ باطل ہے کہ ذرا سی غور و فکر سے اسکا
بطلان ظاہر ہوسکتا ہے اور ناقل فی نفسہ ناقل ہے جو بلا تمیز صحت و غلطی کے نقل کرسکتا ہے اور
اور غور و تامل اور سمجھ بوجھ وہ چیز ہے جو صحت غلطی کو اور خطا اور صواب کو جدا کرسکتی ہے
اور علم وہ شے ہے جس سے ہر بات کی اصلیت اور ہر خبر کی حقیقت کھل جاتی ہے +

اس کے بعد ایک جداگانہ فصل میں اس محقق نے ان باتوں کا بیان کیا ہے جو مورخ کے
لیے صحیح تاریخ لکھنے کے واسطے ضرور ہیں اور ان غلطیوں اور اوہام کا بطور مثال کے تذکرہ کیا ہے
جنکو بڑے بڑے مورخین اور مفسرین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ پھر ان سببوں کی تشریح کی
ہے۔ جو باعث ایسی غلطیوں اور اوہام کے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ جو شخص دینی و
دنیاوی باتوں کی تحقیق چاہتا ہے اسکو فن تاریخ سے واقف ہونا ضرور ہے لیکن اس
فن میں چند باتوں کا لحاظ رکھنا واجبات سے ہے۔ اول ماخذ کا دریافت کرنا دوسرے اس پر
غور و تامل کرنا اور اوسکی تصدیق و تنقیح میں ثابت قدم رہنا کہ یہی دو باتیں حق پر

پہنچاتی ہیں اور لغزشوں اور غلطیوں سے انسان کو بچاتی ہیں اگر ایسا نہ کیا جاوے اور فقط نقل روایات
پر اعتبار کر لیا جاوے اور عادت اور سیاست اور دنیا کی طبیعت (نیچر) اور انسان کی سوسائٹی
(تمدن) کے مستحکم اصول پیش نظر نہ رکھے جاویں۔ اور غایب کو حاضر اور گذشتہ کو حال پر قیاس
نہ کیا جاوے تو کچھہ شک نہیں ہے کہ انسان لغزش سے کبھی نہیں بچے گا۔ اور قدم اس کا راہ راست سے
ضرور ڈگ جائیگا۔ اور اکثر مورخین اور مفسرین اور ائمہ نقل سے واقعات و روایات کے بیان
کرنے مین یہی غلطی ہوئی کہ اونہون نے محض نقل پر بہروسہ کر لیا اور اوس کے عیب و صواب پر
نظر نہ کی۔ نہ ان کو اصول اور قواعد سے جانچا۔ اور نظائر و شواہد پر قیاس کیا نہ حکمت و عقل
کی کسوٹی پر کسا نہ خود موجودات کے طبایع (نیچر) سے واقف ہوئے۔ نہ غور و تامل اور سمجھہ بوجھہ کو ان
باتون کی تحقیق میں دخل دیا اسلئے وہ حق سے بہک گئے اور وہم و غلطی کے جنگل میں جا پڑے
خصوصاً اعداد کے بیان مین اور مال اور لشکر کے شمار مین تو اونہون نے ایسا مبالغہ کیا ہی
کہ بادی النظر میں جہوٹ اور غلط معلوم ہوتا ہے۔ یہ لکھہ کر محقق موصوف نے چند مثالیں اس
قسم کے مبالغہ کی لکھی ہیں اور محض نیچر اور عقل کی مخالفت سے انکو باطل ٹہیرایا ہے منجملہ
ان واہی تباہی خبرون کے جنکو محقق موصوف نے بطور مثال کے لکھا ہے ایک وہ خبریں ہیں
جو بہ نسبت تبابعہ بادشاہوں یمن اور جزیرہ عرب کے مورخین تسلیم کرتے چلے آئے ہیں کہ وہ
یمن سے براہ مغرب افریقہ اور بربر تک اور مشرق کی طرف ترک و تبت تک کے شہرون پر حملہ
کرتے تہے۔ اور افریقس بن قیس اسکا بڑا اور پہلا بادشاہ تہا جسنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ
میں یا کچھہ دنوں ان سے پہلے افریقہ پر حملہ کیا اور اسی طرح چند اور بادشاہوں کا احوال اور ان
کی چڑہائیوں اور لڑائیوں کے حالات مسعودی وغیرہ نے لکھے ہیں۔ ان سب کی نسبت محقق
ممدوح نے بڑی ہنسی اوڑائی ہے اور ان لکھنے والوں کو بڑا احمق بنایا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ یہ سب
خبریں قصہ گویوں کی بنائی ہوئی کہانیوں کی طرح ہیں اور صحت و سچائی سے بہت دور ہیں
مثلاً جو ذکر بادشاہوں تبابعہ کے حملوں کا اور ان کی چڑہائیوں کی راہوں کا بیان کیا گیا ہی
وہ محض غلط ہے اسلئے کہ وہ لوگ جو عرب کے جزیرہ میں رہتے تہے اور دار القرار انکا صنعا دین

تھا اور عرب کے جزیرہ کے تین طرف سمندر ہے جنوب کی طرف بحر ہند اور مشرق سے بصرہ تک
فارس اور مغرب کی طرف بحر سویز ہے یہ امر جغرافیہ کے نقشہ سے ہر شخص دیکھ سکتا ہے پس
جو کوئی یمن سے مغرب کو جائیگا وہ سوا سویز کے کوئی دوسری راہ نہیں پا سکتا اور فاصلہ
بحر سویز اور بحر شام کا دو روزہ راہ سے زیادہ نہیں ہے پس عادتاً غیر ممکن ہے کہ اس راہ
سے کوئی بادشاہ اتنا بڑا لشکر لیکر نکلے اور سویز پر جو مصر کے علاقہ میں ہے قابض نہ ہو
اور یہ بات بھی معلوم ہے ان صوبوں پر عمالقہ اور شام پر کنعانی اور مصر میں قبطی بادشاہ
تھے اور پھر مصر کی حکومت عمالقہ کے ہاتھ میں اور شام کی بنی اسرائیل کے قبضہ میں آئی
اور کبھی ان بادشاہوں کی تاریخ سے پتا اس بات کا نہیں چلتا کہ تبابعہ انہیں سے کسی سے لڑے
یا ان کے کسی صوبہ پر قابض ہوئے ہوں۔ بہرحال بہت سی اور معقول دلیلیں ہیں جن سے ان
واقعات کا جو مورخین نے بیان کیا ہے غلط ہونا ثابت ہوتا ہے ان پرانی کہانیوں کی غلطی
اور بناوٹ بیان کر کے محقق موصوف مفسرین پر متوجہ ہوتا ہے اور ان بزرگواروں نے
جن کہانیوں کو قرآن کی تفسیر میں بھر دیا ہے اور جس کا بد اثر دین اسلام پر پہنچتا ہے۔ ان
کہانیوں کا واہی تباہی ہونا بیان کرتا ہے۔ ان بیہودہ روایتوں کی تمثیل ارم و دیوار قہقہہ
اور صخرہ سجلماسہ و مدینۃ النحاس کی کہانیوں کو لکھا ہے کہ قصہ گویوں نے بنا لیا ہے اور
اور طبایع عالم کے نہ جاننے سے عالموں نے ایسی لغو روایتوں کو قبول کر لیا ہے اور اسی قسم کی
وہ روایت ہے جو حبشیوں کے سیاہ رنگ ہونے کی نسبت بیان کی جاتی ہے کہ وہ حام بن نوح کی اولاد
ہیں اور نوح کی بددعا سے حام کی اولاد کا رنگ کالا ہو گیا۔ حالانکہ توریت میں اتنا ہی لکھا ہے
کہ نوح نے دعا کی کہ اوسکی اولاد اپنے بھائیوں کی غلام ہو۔ لیکن پھر لوگوں نے رنگ کی سیاہی
بھی اسمیں بڑھا دی لیکن یہ محض طبایع کائنات کی ناواقفیت کا سبب ہے۔ اگر وہ ہوا کے
مزاج اور حرارت کی تاثیرات پر واقف ہوتے تو ایسا غلط خیال نہ کرتے +

محقق موصوف نے ایک فصل میں جہاں حکومت اور دولت کے ضعف و قوۃ کے اسباب بیان کیے
ہیں۔ وہاں بڑی بڑی عمارتوں اور دنیا کی عجیب چیزوں کو جو اسوقت موجود ہیں مثل شہر شا

مغرب واہرام مصر کو بیان کرکے لکھا ہے کہ یہ بڑی بڑی عمارتیں صرف قوم کے دولتمند اور صاحب قوت ہونے سے بنیں مگر مورخوں نے طبائع عالم کی ناواقفیت سے ان عظیم الشان عمارتوں کے بنانے والوں کے جسم اور قدوقامت کو بھی ایسا ہی بڑا اور عجیب سمجھ کر اونکے لیے ایک بے انتہا گہرائی اور عاد وثمود اور عمالقہ وکنعانیوں کے جسموں کو ایسا بیان کیا جسکے سننے سے حیرت ہوتی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ عوج بن عنق ایک شخص قبیلہ عمالقہ سے تھا جس سے بنی اسرائیل لڑے تھے وہ ایسا طویل القامت تھا کہ سمندر کی تہ سے مچھلی پکڑ لاتا اور آفتاب پر رکھ کر بھون لیتا ان بزرگواروں نے اپنے اس جہل پر جو انسان کی حقیقت کی نسبت تھا اس جہل کو اور مستزاد کیا جو وہ کواکب کے حالات سے رکھتے تھے آفتاب کی گرمی کو اوسکے قرب وبعد پر منحصر جانا اور یہ نہ سمجھے کہ آفتاب فی نفسہ نہ سرد ہے نہ گرم اسکے خطوط شعاعی جب سیدھے پڑتے ہیں تو صرف اُس ہوا کو گرم کرتے ہیں جو سطح ارض سے ملی ہوئی ہے اور جتنا بعد زمین سے ہوتا جاتا ہے اتنی ہی گرمی کم ہوتی ہے +

اس مقام میں ابن خلدون نے اوروں کی غلطیاں بتلانے میں خود غلطی کی ہے کہ آفتاب کو لکھا ہے کہ فی نفسہ نہ سرد ہے نہ گرم ہے۔ ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ محقق کیوں اس مغالطہ میں پڑا اور ثابت کرتے ہیں کہ آفتاب نہایت گرم ہے۔ جاڑے کے دن میں جس مکان میں انگیٹھی دہکتی ہی ہو ہم اوسکے اندر چلے جائیں تو طبیعت خوش ہو جاتی ہے اور جتنے ہم انگیٹھی کے قریب جائیں گے اتنے ہم زیادہ گرم ہو جائیں گے مکان کے کنارہ پر ایک لڑکا سردی کے مارے اکڑ جاتا ہے اور انگیٹھی کے قریب بیٹھنے والوں کو ذرا سردی نہیں معلوم ہوتی۔ اگر آفتاب سے جس بعد پر اب ہم ہیں اس سے زیادہ قریب ہو جائیں تو درجہ حرارت اتنا بڑھ جاوے گا کہ ہم گرمی کے مارے جھلس جائینگے اور اگر اس سے زیادہ بعید ہو جائیں تو سردی کے مارے اکڑ کر رہ جائیں غرض زمین جس فاصلہ پر آفتاب سے ہے اور جتنی حرارت آفتاب سے یہاں پہنچتی ہے وہ ہماری سلامتی کے لیے کافی ومناسب ہے +

آفتاب کی حرارت کا تماشا یوں دیکھ سکتے ہو کہ ایک آتشی شیشہ کو آفتاب کے سامنے رکھو تو

اوسکے فوکس یعنی نقطۂ آتشی پر کاغذ جلنے لگیگا اور بارود اڑ جائے گی اور دیا سلائی روشن ہو جائیگی
اگر ایک گز چوڑا آتشی شیشہ بناو اور اوسکو سورج کے سامنے رکھو تو ایسی تعجب خیز حرارت پیدا ہوگی
کہ آتشی شیشہ کے نقطۂ آتشی پر فولاد پگھل جائیگا اور وہ چیزیں جنکو گرم سے گرم بھٹی نہیں پگھلا سکتی
وہ اوسکو پگھلا دیگا جس سے ثابت ہوتا ہے آفتاب کے درجہ حرارت کی برابر کسی طرح سے ہم زمین پر
درجہ حرارت نہیں پیدا کر سکتے۔ اب ہم نے جو اوپر بیان کیا ہے کہ ہم جتنے آفتاب کے قریب جائینگے
اوتنا ہی درجہ حرارت زیادہ ہوتا جائیگا اوسکو ہر ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ خلاف واقع ہے
اور ہمارا بیان بالکل غلط ہے جب ہم کسی پہاڑ پر چڑھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ پائے کوہ کی
بہ نسبت ہم آفتاب سے قریب ہو جاتے ہیں تو آپ کے قاعدہ کے موافق چاہیے تھا کہ ہم سر کوہ
پر زیادہ گرم بہ نسبت پائے کوہ کے ہوتے۔ مگر اسکے برعکس ہم سر کوہ پر زیادہ سردی
بہ نسبت پائے کوہ کے پاتے ہیں۔ تم نہیں دیکھتے کہ پہاڑوں کی بلند چوٹیاں جو آفتاب سے
بہ نسبت زمین کے زیادہ قریب ہیں برف سے ڈھکی رہتی ہیں اور وہاں ایسی سردی ہوتی
ہے جسکے ہم متحمل نہیں ہو سکتے اسّے ثابت ہوا کہ ہمارا یہ بیان کہ ہم آفتاب کے جتنا قریب جاتے ہیں
اتنی ہی زیادہ گرمی پاتے ہیں غلط ثابت ہوا یہی وجہ تھی کہ ابن خلدون نے یہ خیال کیا کہ
آفتاب گرم ہے نہ سرد ہے مگر اسمیں مغالطہ یہ ہے کہ پہاڑوں کی چوٹیوں کے ٹھنڈے ہونیکا ایک اور سبب
ہے تم جانتے ہو کہ ہماری زندگی کا مدار ہوا کے دم لینے پر ہے خواہ ہم خشکی و تری میں کہیں جائیں ہم
ہوا کو موجود پائینگے بیلون میں جو اوپر چڑھتے ہیں ہوا ہی اونکو اوپر لیجاتی ہے جس سے ثابت ہوتا
ہے کہ ہوا کئی میل تک ہمارے سر پر پھیلی ہوئی ہے گو وہ لطیف و رقیق بلندی کے موافق ہوتی جاتی ہے
یعنے جتنی بلندی زیادہ ہوتی ہے اتنی ہی اوسکی لطافت زیادہ ہوتی ہے +

ہوا فقط ہمارے دم لینے ہی کے کام نہیں آتی بلکہ وہ ایک اور طرح بھی ہماری خدمت گذار ہے۔ وہ زمین کا
غلاف یا لحاف ہے جو زمین کو گرم رکھتا ہے۔ ہوا کو یوں سمجھو کہ وہ ایک انبار لحافوں کا ہے جو اوسکے تلے پیدا کر
رکھے ہیں یہ ہوائی لحاف زمین سے اس حرارت کو جو اوسکو آفتاب سے حاصل ہوتی ہے واپس نہیں جانے دیتی
اس سبب سے یہ ہمارا کرہ آبادی کے قابل ہے۔ فقط آفتاب کی حرارت ہی سے

کے سببسے ہماری آسایش نہین ہے بلکہ ان ہوائی لحافون کے سببسے بھی جو اس حرارت کے محافظ ہیں جو اسکو آفتاب سے حاصل ہوتی ہے۔ اب اگر ان لحافون کو اوتار ڈالیں تو ہم بیچین ہوجاتے گو آفتاب ایسا ہی تابان رہے جیسا کہ پہلے تہا۔ اگر ان راحت رسان لحافون کو دور کردین تو ہم کو ایسی ہی تکلیف پہونچے گی جیسی کہ آفتاب کی روشنی معدوم ہونے سے اب اگر دوپہر کو کوئی شخص پہاڑ کی بلندی پر جاتا ہے تو وہ آفتاب سے قریب ہوتا جاتا ہے اور آفتاب کی حرارت سے مستفید ہوتا ہے مگر وہ اس قدر کم ہوتی ہے کہ محسوس نہیں ہوتی۔ اگر آدمی کوہ ہمالیہ کی اونچی سے اونچی چوٹی پر بھی چڑھے تو ۱/۱۶ کروڑویں حصہ کی برابر بہ نسبت پہلے کے زیادہ قریب ہوگا اور اس قربت سے جو حرارت میں افزایش ہوگی وہ بالکل غیر محسوس ہوگی۔ برخلاف اس کے پہاڑ پر چڑہنے سے وہ ہوا کے طبقات زیرین سے اوپر چلا گیا۔ ہان یہ سچ ہے کہ وہ سطح بالائی ابھی نصف حد تک بھی نہین پہنچا اور اپنے سر کے اوپر اس سے بہت دور جا سکتا ہے۔ مگر کرہ ہوائی کے طبقات بالا ایسے لطیف ہیں کہ اون کے لحاف کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ پس پہاڑ پر چڑھ جانے سے وہ لحاف جو ہم کو گرم رکھتے تھے وہ اوتر جاتے ہیں اس سبب سے ہم کو سردی محسوس ہونے لگتی ہے آفتاب کی قربت ہم میں وہ حرارت نہیں پیدا کرتی جو ان لحافوں کے اُتر جانے سے حرارت ہم سے چھن جاتی ہے یہ سبب ہے کہ بلندی پر چڑہنے سے سردی محسوس ہوتی ہے ورنہ آفتاب کے گرم ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اسکو یہ کہنا کہ وہ سرد ہے نہ گرم ہے بالکل غلطی ہے۔ انتہی ملخصاً۔

اب اس محقق نے اس طرح آگے بیان کیا ہے کہ عوج بن عنق کو ہم عہد بنی اسرائیل کا لکھا ہے اور بنی اسرائیل کا جسم اور ان کا قد و قامت ایسا ہی تہا جیسا کہ ہمارا ہے اور بیت المقدس کے دروازے اگرچہ وہ بعد خراب ہوجانے کے پہر بنے ہیں مگر ان کی شکل اور انکا طول و عرض قریب قریب سابق کے ہے اُس زمانہ کے لوگون کے قد و قامت پر شاہد ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بہت تفاوت اور بڑا فرق ہم لوگوں کے قد و قامت سے نہ تہا تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک شخص بنی اسرائیل کا ہم عہد ایسا طویل القامت ہو یہ بات طبیعت اور فطرت کے برخلاف ہے مگر سبب اس غلطی کا یہ ہوا کہ جب مورخون نے ان عمارتوں کو بہت لمبا اور چوڑا پایا تو وہ اسکے اسباب کے دریافت

متوجہ ہوئے اور قومی دولت اور قوت پر خیال نہیں کیا بلکہ بنانے والون کے جسمون اور اون کے قد و قامت کو اب بیان کیا جنسے ایسی عمارتوں کا بنانا ممکن ہوا اور مسعودی نے ایک ایسی غلطی کی ہے اور فلاسفہ کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ سوائے تحکم کے کوئی اوسکا مستند نہیں ہے یعنے از روے قانون فطرت کے ان کے جسموں اور عمرون کا بڑا ہونا ثابت کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ اونکی قوت آرزہ نے مقتضاء طبیعت کے کامل اور زیادہ تھی اسلیئے عمر اور جسم بڑے ہوتے تھے جیسے جیسے زمانہ بڑھتا گیا وہ قوت گھٹتی گئی اور زیادہ کم ہوتا گیا اور اسیطرح آیندہ روز بروز کمی ہوتی جاوے گی حالانکہ یہ محض ایک غلط اور پوچ رائے ہے کبھی کوئی فلسفی ایسی حماقت کی بات نہ کہے گا نہ اس پر کوئی دلیل ہے نہ یہ مسئلہ قانون فطرت کا ہے بلکہ بالکل مشاہدہ کے برخلاف ہے کیونکہ ہم اگلون کے گھرون اور اونکے دروازون اور اونکی راہون کو ان کی بنائی ہوئی عمارتون میں جو اب تک یادگار اور موجود ہیں دیکھتے ہیں اس کو قریب اپنے زمانہ کے پاتے ہیں اور باوجودیکہ زمانہ بہت گذرا ہمارے جسمون اور عمرون میں کچھہ زیادہ کمی نہیں ہوئی جس سے ہم خیال کریں کہ زمانہ کے گذرنے سے عمر اور جسم میں کمی ہوتی ہے بہر حال یہ سب غلط خیال اور بیہودہ اقوال علم فطرت کی ناواقفیت کے نتیجے ہیں اس لیے ایسے اخبار کے جانچنے میں سب سے اول علم فطرت کے موافقت اور مخالفت کے اصول کو پیش نظر رکھنا چاہیے +

اس قسم کی بہت سی باتیں لکھہ کر آخر محقق موصوف لکھتا ہے کہ کہان تک بیان کیجئے طول دورن کیونکہ ایسی باتوں اور ایسی رایوں میں بڑے بڑے مورخین اور علماء مشہورین کے پاؤں ڈگمگا گئے ہیں اور وہ بے تحقیق و تنقیح اس قسم کی باتون کو مانتے چلے آئے ہیں اور سب لوگ غور و فکر نہ کرنے اور عقل و قیاس کو دخل نہ دینے سے بے بحث و تکرار اونکو تسلیم کرتے رہے ہیں چنانچہ اکثر کتابیں ایسی ہی باتون سے بھری ہوئی ہیں یہانتک کہ اس خرابی نے فن تاریخ کو بالکل واہی اور پوچ کر دیا اور غلط و صحیح باتونکی اس درجہ آمیزش ہوگئی کہ اسکا دیکھنے والا دلدل اور کیچڑ میں پھنس جاتا ہے یعنی صحت اور غلطی کی تمیز نہیں کر سکتا اور اسواسطے اس علم کی کچھہ وقعت نہ رہی پس اب مورخ کو ضرورت اسکی ہے کہ وہ حکومت کے قاعدون اور موجودات

کی طبیعتون اور قوموں اور ملکون کی مختلف حالتون اور اگلون کے اخلاق اور عادتون اور رسمون
اور مذہبوں اور ایسی ہی تمام باتوں کا اصلی علم حاصل کرے پہر اپنے زمانہ کی موجودہ حالتوں
کو ان سے ملادے اور اسپر پچھلی باتون کا قیاس کرے اور جو اختلاف اس میں پایا جاے
اوسکی وجوہ اور اسباب پر غور کرے اور سلطنتوں اور حکومتوں اور مذہبون کے پیدا ہونے
اور اونکی ترقی و قوت پانے کی علتون کو بہ نظر تامل دیکھے اور اوسکے بانیون اور پہیلانے والوں
کے حالات تحقیق کرے تاکہ ہر واقعہ اور ہر حادثہ کا اصلی سبب معلوم ہوجاے مگر ہمیشہ اسکا
لحاظ رکہنا چاہیے کہ جو چیز سنے یا جس بات کا علم حاصل کرے اوسکے سنتے ہی سچ نہ جانے
بلکہ قواعد اور اصول کا امتحان کرے اگر اون کے موافق پاوے قبول کرے ورنہ
اوسپر خط رد کہینچے +

اسکے بعد محقق موصوف تاریخ کی حقیقت یہ بتاتا ہے کہ وہ خبر ہے اجتماع انسانی کی جسے
عالم آباد ہوتا ہے اور اس آبادی کی طبیعت کو وہ اسطرح بتاتی ہے کہ توحش و تانس و عصبیات
اور بعض بشر کے بعض بشر پر تغلبات کی اصناف کو بیان کرتی ہے اور اس سے جو ملک و دول
اور اونکے مراتب پیدا ہوتے ہیں اور بشر کے اعمال و مساعی جو وہ کسب معاش و علوم و صنائع
ہیں اور جو تمام چیزوں میں جو اس آبادی کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں کرتا ہے پہر وہ جہوٹھ اور
غلطی کے اسباب بتاتا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ ان سببون میں سے ایک سبب راے اور مذہب
ہے کیونکہ جب انسان کا نفس اعتدال کی حالت پر ہوتا ہے تو خبر کو تحقیق کرکے سچ کو جہوٹھ
سے جدا کر سکتا ہے لیکن اگر پہلے سے کسی راے یا کسی مذہب کا معتقد اور اس طرف
مائل ہو تو مقتضا طبیعت یہ ہے کہ وہ ان چیزون کے سنتے ہی قبول کرلیتا ہے جو اوس کی
راے اور مذہب کے موافق ہوں پس وہ اعتقاد اور میلان اسکی بصیرت کی آنکھہ کا پردہ
ہوجاتا ہے اور تحقیق و تنقید سے باز رکہتا ہے اسلیے جہوٹی بات کے قبول کرلینا اور پہر اوسکی
نقل کرنے کی نوبت پہنچ جاتا ہے اور دوسرا سبب راویون کا اعتماد ہے یعنی نقل و روایت
کرنے والون کو سچا سمجہکر ان پر بہروسہ کرنا اور اونکی خبر کو لائق تنقیح نہ سمجہنا اور تیسرا سبب مقصود

ومراد سے غفلت کرنا ہے چنانچہ اکثر نقل کرنے والے اور راوی ایسے ہیں کہ جو مقصود ومراد
پر غور نہیں کرتے بلکہ جو کچھ اونہوں نے دیکھا یا سُنا اور جیسا کہ وہ اپنے گمان میں غلط سلط سمجھے
اونہوں نے نقل کر دیا اور مقصود پر خیال نہ رکھنے سے سچ کا جھوٹھ ہو گیا یعنے بات تو کچھ تھی اور راوی نے
کچھہ سمجھا اور اپنی ہی سمجھہ کے موافق روایت کرنے لگے اور چوتھا سبب خوش اعتقادی اور حسن ظن ہے
اور اوسکا اصلی باعث نقل و روایت کرنے والوں پر اعتماد اور بھروسہ کر لینا ہے اور پانچواں
سبب حقیقت اور اصلیت کی تحقیق نہ کرنی اور فریب دغا اور نفع کی باتوں کو نادانی سے مان لینا
ہے چنانچہ اکثر نقل و روایت کرنے والوں نے جیسا دیکھا ویسا نقل کر دیا مگر اونہوں نے اصلیت پر نظر
نہ کی کہ وہ بات حقیقت میں ویسی نہ تھی بلکہ فی نفسہ اوسکی اصلیت اور کچھ تھی۔ اور چھٹا سبب خوشامد
اور چاپلوسی ہے ان سب سببوں سے بڑھ کر تاریخی واقعات میں جھوٹھ کے رواج پانے کا بڑا سبب
طبائع موجودات یعنی نیچر کی ناواقفیت ہے کیونکہ دنیا میں جو چیز موجود ہے اور آیندہ ہوتی جاتی ہے
اسکی کوئی خاص طبیعت ضرور ہے جو اوسکی ذات اور اوسکی حالتوں سے مخصوص ہے جس میں کسی طرح کا
فرق نہیں ہو سکتا اس لیے کہ نیچر کا بدلنا یا قانون قدرت کے خلاف کچھ ہونا غیر ممکن ہے پس اگر
سننے والا موجودات کی طبیعتوں اور ان کے خواص اور مقتضیات سے واقف ہوگا تو ضرور اخبار کے
نتائج میں اونکا لحاظ رکھیگا اور جب وہ کسی چیز کو مخالف اوسکے پائیگا فوراً غلط سمجھ لیگا اور جب
سننے والے کو ان باتوں کا علم ہی نہ ہوگا وہ غیر ممکن اور محال چیزوں کو قبول کر لیگا۔
اور ان چیزوں کی نقل و روایت میں اُسے کچھ پس و پیش نہ ہوگا جیسا کہ مسعودی نے سکندر کی
خبر لکھی ہے کہ جب دریا کے جانور اسکندریہ کے بنانے سے اوسکے مانع ہوئے تو اوس نے ایک لکڑی
کا تابوت بنایا اور اوسکے اندر شیشہ کا صندوق رکھا اور اوس میں خود بیٹھا اور سمندر کی تہ تک غوطہ
لگایا وہاں ان شیطانی جانوروں کی تصویریں بنائیں اور اونکی صورتیں تانبے پیتل سے بنا کر عمارتوں
کے محاذی رکھہ دیں پس ان تصویروں کو دیکھکر دریائی جانور بھاگ گئے۔ غرض کہ مسعودی نے ایک
بے معنی اور بیہودہ خرافات کہانی کو صرف اپنی بے علمی کے سبب سے مان لیا۔ اگر قطع نظر اون باتوں کے
جو بادی النظر میں اس حکایت کے سننے سے بیچ اور بیہودہ ہونے پر شاہد ہیں اگر صرف اس بات کا علم ہوتا کہ

جو ذی حیات صندوق میں بند ہوکر غوطہ لگائیگا اور دیر تک پانی میں نیچے رہے گا تو بے تنفس
طبعی اسکا جینا محال ہے تو کبھی اس حکایت کو نقل نہ کرتا اس حکایت کے بعد اور چند کہانیان
مسعودی وغیرہ کی اس محقق کی نقل کرکے اوسپر افسوس کیا ہے اور کسی کو عقل کے برخلاف
اور کسی کو نیچر کے مخالف اور کسی کو واقعے کے برعکس پاکر غلط اور باطل اور خرافات بتایا ہے اور
آخر پر اوسنے صاف یہ لکھا ہے کہ اگر موجودات اور مخلوقات اور دنیا کی آبادی وغیرہ باتوں کا
علم ان مورخوں کو ہوتا تو کبھی ایسی کہانیان کتابون میں لکھی نہ جاتیں ÷

ایک حکیمانہ اور محققانہ اصول اس نامور مورخ نے اخبارات کی تحقیق میں لکھا ہے کہ عالم کی
طبیعت یعنی نیچر کا جاننا اخبارات کی تنقیح کے لئے سب سے زیادہ ضرور ہے اور راویوں کی تعدیل
پر مقدم ہے پس ہم جس خبر کو سنیں پہلا کام ہمارا یہ ہے کہ ہم سوچیں کہ یہ خبر فی نفسہ ممکن ہے
یا ممتنع اگر معلوم ہو کہ اسکا ہونا محال ہے یعنے ہو ہی نہیں سکتی تو کچھ فائدہ نہیں کہ ہم راویوں کی
تعدیل و تجریح کریں کیونکہ اہل دانش نے یہ اصل ٹھیرالیا ہے کہ وہ خبر ماننے ہی کے لائق نہیں
ہے جو فی نفسہ محال ہو نہ اس میں ایسی تاویل کرنی مناسب ہے جسے عقل قبول نہ کرے پس
راویوں کی جرح و تعدیل کی ضرورت کیا ہے - ہاں راویوں کی تعدیل و تجریح کی شرعی خبروں
کی صحت کے لئے ضرورت ہے بلکہ بڑی خبریں شریعت کی وہ ہیں جو احکام اور عملیات سے متعلق
ہیں جیسے امر و نواہی کا اور شارع کے احکام کا بیان ہے ایسی خبروں کی تصدیق کے
لئے ظن کافی ہے اور صحت ظن کے لئے راویوں کی عدالت اور ضبط بس ہے لیکن وہ
خبریں جو واقعات سے متعلق ہیں اونکی تصدیق کے لئے مطابقت بہت ضرور ہے اور
اس لئے ہم پر واجب ہے کہ اول سب سے یہ دیکھیں کہ اسکا واقع ہونا فی نفسہ ممکن ہے یا نہیں اور
یہ دیکھنا راویوں کی تعدیل سے زیادہ ضرور ہے اور مقدم ہے کیونکہ احکام کے لئے فقط خبر
کافی ہے اور واقعات کے لئے مطابقت واقع سے بھی ضرور ہے پس اخبار اور واقعات کی
جھوٹ سچ میں تمیز کرنے کا اصل اصول امکان اور استحالہ ہے پس اگر ہم انسان کے مجمع اور
دنیا کی آبادی اور موجودات کی طبیعت اور اوسکے عوارض ذاتی پر نظر کرکے کسی خبر کو

محال تھیں اُسے جھوٹا جانیں ورنہ اوسکی تصدیق کے لئے راویوں کے حالات دریافت کرین
اگر ہم اس اصل اصول پر جسکی صحت مین ذرا شک نہیں ہے خبرونکی جانچ کریں تو ضرور ہم غلط
خبروں کے قبول کرنے سے محفوظ رہینگے اور جو حکایتیں یا روایتیں ہورضین لکھہ گئے ہیں انکی
صحت اور غلطی اس اصول پر لحاظ رکھنے سے سمجھہ سکینگے +

جو کیفیت اخبار کی اس محقق نے بیان کی اور جو اصول اوسکی تنقید کے قرار دئے کون ہے
کہ اس سے انکار کرے گا اگرچہ ہر زمانہ میں محققین اہل اسلام نے اس طرف توجہ کی ہے
اور اخبار اور تاریخ کی درستی میں کوشش اور اب تک ان کی نیک کوششوں کے آثار بھی باقی
ہیں مگر ایسا زمانہ اسلام کی تاریخ میں نہیں ملتا جس میں پوری کامیابی ہوئی ہو اور عموماً صحیح
تاریخ نے رواج پایا ہو بلکہ بدنصیبی سے اور علوم حکمیہ کی ترقی نہ پانے سے محققین کی کوشش
کا پورا اثر نہ ہوا اور متعصبین فقہانے جہانتک ہوسکا اونکی کتابوں اور تحریروں کو شایع
نہ ہونے دیا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فقہ اور سیر کی صدہا کتابیں مسلمانوں کے پاس موجود
ہیں مگر محققین اہل اسلام کی عمدہ اور مفید تحقیقات کا کچھہ نشان نہیں اور بغیر تقریب کے محققین
کی امانت کے ہم اونکی کتابوں اور تحریروں سے واقف نہیں ہوسکتے لیکن یہ بات تعجب کی
نہیں ہے کیونکہ اگر گرفتاران زنجیر تقلید ایسی محققانہ تحریروں کو آزادی کے ساتھ شایع و مشتہر
ہونے دیتے تو اونکا عنکبوتی کارخانہ قائم نہ رہتا اور تقلید کی غلامی سے مسلمان کبھی کے
آزاد ہو جاتے مگر جو زمانہ گذر گیا اوس میں اخبار اور تاریخ کی غلطی یا غیر معتبر ہونے سے
بہت نقصان اسلام کو نہیں پہنچا یا سواء اسکے کہ اور قوموں کے نامور مورخون کی طرح
اونھوں نے قدیم زمانہ کی تاریخ لکھنے اور واقعات تاریخی کی تنقیح مین نام نہیں پایا۔
دین و مذہب پر اثر اسکا نہیں پہنچا اسلئے کہ اسوقت عموماً مذہبی خیال اور علم اور
مذاق سب کا ایک تھا اور ایک ہی طریقہ سے مذہب کی حمایت اور اسلام کی اشاعت
جاری تھی پس ہر ایک غلط اور غیر صحیح خبر جسمیں کوئی حیرت اور اعجوبہ پائی جاتی یا جس سے
کوئی بات عزت اور شان کی پیدا ہوتی بے عذر مان لی جاتی اور عوام الناس تو اوسے

معجزہ یا کرامت یا خرق عادت سمجھ کر فوراً ایمان لے آئے گو وہ خبر از روے اصول عقل اور فطرۃ کے کیسی ہی محال اور غیر ممکن ہوتی لیکن اسکی تنقیح اور تنقید نہ کی جاتی کیونکہ جاہل فقیہوں کے پاس ہر محال اور غیر ممکن الوقوع واقعہ کے انکار کے لئے انکے غلط خیال میں خدا کا کلام موجود تھا جو بات عقل میں نہ آتی سادگی سے ایمان لے آتے اور کہدیتے کہ ان اللہ علے کل شئ قدیر یا الیس ذلک من اللہ ببعید مگر یہ زمانہ جو چل رہا ہے اسمیں اخبار اور تاریخ سے غفلت کرنا اور بے تحقیق و تنقیح کے انکا مان لینا مسلمانون کے لئے مضر ہے بلکہ اسکا اثر مذہب اسلام پر پہنچتا ہے کیونکہ اس وقت مختلف مذہب اور مختلف خیال اور مختلف مذاق والون سے اسکا مقابلہ ہے اور ہر مذہب اور ہر خیال اور ہر مذاق کو علم اور عقل اور حکمت سے مدد اور اعانت پہنچتی ہے پس اس نازک زمانہ مین اگر ہم مسلمان غلط اور غیر صحیح اخبار سے جو علم اور عقل اور حکمت کے مخالف ہون اپنے مذہب کی حمایت اور دوسرے کا مقابلہ کریں تو ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔

یہان نقل ریویو کی ختم ہوئی +

ابن خلدون نے جو تاریخ کے باب میں اصول تنقیح و تنقید وا غلاط سے بچنے کے اور طبائع عالم کے جاننے کے بیان کئے ہیں اونکی اہل یورپ بھی تعریف کرتے ہیں مگر اوس کی تاریخ مین یہ عیب بتلاتے ہیں کہ وہ مشرقی زبانون کے سوا اہل یوروپ کی زبان کوئی نہین جانتا اسلئے وہ انکی تاریخ سے ناواقف تہا جو حالات اُسنے اُنکے لکھے ہین انمین غلطیان ہیں۔ دوزی وغیرہ اور اور امری اسکی تاریخ کو ایک تاریخی کتاب تسلیم کرتے ہیں مگر یہ عیوب اسمیں بتاتے ہیں۔ تاریخ کی طرز صاف نہیں تاریک ہی۔ بے پروائی سے لکھی ہے۔ وقت کے اعتبار سے تاریخی بیانات خلط ملط ہیں اور وہ اپنی رفتار میں فضول استدلال سے رک جاتے ہیں تقسیم مضامین ایسی ہے جس مین بیانات مکرر آتے ہیں جن استناد اور استشہاد وپیدا واقعات کو بیان کیا ہے اونکو صحیح صحیح نہین بیان کیا ہے۔

ان اعتراضات کی وقعت اس شخص کے دل مین ذرا بھی نہیں پیدا ہوتی جنے ابن خلدون کی

اصل کتاب کو پڑھا ہو۔ یورپ کے مصنف محقق مورخ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ابن خلدون علم تاریخ کے اصول ایجاد کرنے میں سب پر سبقت لے گیا مگر اپنے ہی اصول کے موافق وہ اپنی تاریخ تالیف نہ کر سکا۔ جناب سر ہنری الیٹ صاحب جنکا نام نامی یہاں ہندوستان میں مشہور ہے کہ اونہوں نے ان تاریخوں کے جمع کرنے میں بڑا اہتمام کیا جنمیں ہندوستان کی سلطنت اسلامیہ کا بیان تھا پھر ان تاریخوں میں سے بعض تاریخوں کا اول سے آخر تک اور اکثر میں سے بعض حصوں کا خود ترجمہ کیا یا اور اپنے دوستوں اور منشیوں سے انگریزی زبان میں ترجمہ کرایا اور بہت سے نوٹ اور ضمیمے بڑی تحقیق و تدقیق سے خود لکھے مگر اونکی زندگی میں یہ مسودات مرتب ہو کر مطبوع نہیں ہوئے۔ مگر بعد اونکی وفات کے پروفیسر جان ڈوسن صاحب نے مرتب کر کے ایک تاریخ ہندوستان کی آٹھ جلدوں میں جسکے پانچ ہزار صفحے ہیں تالیف اور شائع کی۔ اوسکا نام جو انگریزی زبان میں ہے اوسکا ترجمہ یہ ہے کہ ہندوستانی تاریخ مسلمانوں کے عہد سلطنت کی جو ہندوستان کے خود مورخوں نے بیان کی ہے جسکو سر ایچ ایم ایلیٹ کے سی بی کے مسودات سے پروفیسر جان ڈوسن ایم آر ایس نے مرتب کی صاحب موصوف دیباچہ میں اپنی رائے تاریخوں اور مورخوں کے باب میں یہ تحریر فرماتے ہیں جو اونکی قومی رائے کا آئینہ ہے۔

وہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے ان تاریخوں کی ذاتی خوبی کے سبب سے اونکی فہرست کو مرتب نہیں کیا میرے نزدیک تو فی الحقیقت ان تاریخوں کا نام تاریخ رکھنا ہی غلط ہے۔ انمیں خالی سرگذشتوں کے بیان کے سوا کچھہ اور نہیں ہے خشک نامہ نگاری انمیں ہے مگر ہاں واقعات کے بیان میں سنہ و تاریخ کی قید کا ترتیب کے ساتھہ ضرور خیال رکھا گیا ہے۔ ان میں فلسفیانہ طریق پر واقعات کے باہمی تعلقات کی سلسلہ بندی نہیں اسباب و نتائج پر غور نہیں کیگئی ایسے خیالات اور مشورے نہیں بیان ہوئے ہیں جو ذلیل حقیر طفلانہ نہوں علی العموم ایشیا کی سلطنتوں میں سازشیں سرکشیاں فتنہ پردازی قتل و برادر کشی مسلسل چلی جاتی ہیں ہندوستان بھی ان آفتوں میں مبتلا تھا مگر نہ تھا انکی نسبت کوئی رائے ایسی انمیں نہیں بیان ہوئی کہ [illegible] دیکھتے ہیں +

وہ کچھہ دیر کے لئے ان بلاؤں کو روکتی - مگر بری صورتیں کچھہ دیر کے لئے قدیم شاہان ہند کے
حالات میں نظر سے چھپ جاتی ہیں تو اونکی جگہہ کچھہ عجیب شکلیں پیدا ہوتی ہیں شاہان سلطنت
بادشاہانہ شان و شوکت و سطوت و ہیبت دربار کے آئین و آداب امرا و ارکان سلطنت کو
خطابوں کا عطا ہونا خلعت میں جواہر و تلواریں طبل ذیشان - ہاتھی گھوڑوں کا ملنا - یہی

اگر ڈائی اونی سی اس کی یہ مصنوعی تعریف مان لی جائے کہ تاریخ وہ فلسفہ ہے جو مثالوں
تعلیم کرتا ہے تو کوئی ہندوستانی مورخ مورخ نہیں ہے - جتنا ہی ایسے مورخ ہونگے جو اعلیٰ پایہ
پہنچے ہوں - مثالوں مدبری مثالوں کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہے مگر انمیں ہی اصلی راستی کو
وقایع نگار کی مذہب اور اپنی پہلی رائے کے اعتقاد و منصب و خاندان کے اثر نے تاریکی میں
چھپا دیا ہے انمیں اس حکمت یا فلسفہ کا نشان تک نہیں جس سے ایسے نتیجے مرتب ہوں جو
ہم کو زمانہ قدیم کے تجربوں اور سبقوں سے فائدے دنیوی بخشیں اور ملکی معاملات کے پیدا ہونے
سے اور اونکے نتائج سے آئندہ کے لئے ہمکو عمدہ صلاح بتلائیں - ایسی حکمت کی تلاش انمیں
عبث ہے - ہندوستانی وقایع نگاروں کی تحریر میں خانگی تاریخ کا پتا تک نہیں یہی حال ابن
خلدون کے سوا تمام مسلمان مورخوں کا ہے - ان مورخوں نے سوسائٹی پر - اوسکی رسوم
روزمرہ پر - اونکے تسلیم شدہ اختیارات پر - سوسائٹی کے ضروری اجزا پر و باہمی تعلقات پر
اوسکے مقررہ فرقوں پر - اونکے عام قانون و اصولوں پر - اوسکے خانگی امور پر اون کے
میل جول کی عادتوں پر کبھی غور نہیں کیا - تجارت - زراعت - اندرونی پولیس و مقامی
عدالتوں کے بیان میں بھی کوتاہی کی ہے امرا و وزرا و سلاطین و شاہانہ خیالوں
کے بیان میں یہی گوارا نہ ہوا کہ کوئی امر واقعی لطیفہ - تقریر - رائے ایسی مندرج کرتے کہ
جسے عوام الناس اور ادنیٰ درجہ کے آدمیوں کے حالات معلوم ہوتے +

ان وجوہ سے ان تصانیف کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ تاریخ کے لئے جو ضروری باتیں
انمیں نہیں وہ ناقص ہیں - ڈاکٹر ارنولڈ کا قول یہ ہے کہ تاریخ کا مقصد اعظم وہ شے ہے جو مہذب
انسان کی اندرونی زندگی کو بہت قریب مگر ہے - اندرونی زندگی سے مطلب سوشیل و

پولیٹکل اور مذہبی اصول و قوانین کی تبدیلیاں ہیں تاریخی تحقیقات کا مقصود یہی ہے بیشمار و سینائی تاریخوں میں بہت ہی کم وہ خوبی پائی جاتی ہے جو چمکتی سطح سے گذر کر ہم کو تہ پر لے جائے اور ایک خودمختار سلطنت کے عمل کو اسکے سخت اور خفیہ قوانین کو اور ان نتیجوں کو دکھا دے جو قوم کے جسم عظیم پر ان مضر آثار اور ذریعے سے پیدا ہوتے ہیں +

اب بھی اگر ہم ہندوستان کے مسلمانوں کی ریاستوں کی طرف توجہ کریں اور اونکے فرماں رواؤں کی روش اور طریق کا امتحان کریں اور اون کی رعایا کے حالات دریافت کریں جو اونکے زیر حکومت ہے۔ تقریبًا متشابہ تعلقات و حالات میں گذشتہ و حال کی زمانوں میں ایک مساوات دیکھہ سکتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ بادشاہ اور وہ بادشاہ کہ جنکو ہم نے بادشاہ بنایا ہے کاہلی اور بدکاری میں لپٹے ڈوبے ہوئے ہیں کہ بڑے بڑے ظالموں کی بدکاریوں کی برابری کر رہے ہیں بس ایسے حاکموں کے عہد میں اگر چشمہ عدالت اٹ جائے تو کیا عجب ہے۔ یہ حال تہا کہ جبر و تعدی بغیر زر مالگذاری وصول نہیں ہوتا۔ دیہات جلائے جاتے ہیں۔ دہقانوں کے ہاتھہ پاؤں کاٹے جاتے ہیں یا وہ فروخت کئے جاتے ہیں عمال رعایا کے حق میں قزاق اور لٹیرے بنجاتے ہیں نہ اوسکو امن میں رکھتے ہیں نہ اوسکی حفاظت کرتے ہیں اور بادشاہ اور مفت خورے اور خواجہ سرا ریاست کے مال اوڑا اوڑا کر مزے اوڑاتے ہیں اور غریبوں کو ظالموں کے ہاتھہ سے بچنے کا کوئی چارہ نہیں۔ مغرور اونکی تذلیل و تحقیر میں کوئی بات اٹھا نہیں رکھتے۔ وہ بیچارے کوئی اسکا چارہ نہیں جانتے۔ جب ہم اپنی آنکھوں سے یہ صورتیں وہاں دیکھہ رہے ہیں جہاں برٹش گورنمنٹ کی حکومت کا ہاتھہ اونچا ہو اور وہ اوسکے نمونہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہوں اور اوسکی مداخلت کا خوف ایسا لگا ہوا ہو جو اونکی بدعہدی کی ترقی کو روک سکتا ہو تو ایسے زمانہ میں اس قسم کی کوئی روک ہو تو ان ہندوستانی والیان ملک نے اور بھی اپنی رعایا کی بہبودی و عافیت کی ترقی کی طرف کم توجہ کی ہوگی۔ اگر ان مصنفین نے جنکی تصانیف سے انتخاب لینے پر ہم مجبور ہیں اپنے بادشاہوں کا حال صحیح صحیح لکھا ہوتا اور اونکے ساتھہ ہمدردی کر کے

خوشامد نہ کی ہوتی تو بالفعل ہم کو ایسے گواہوں کی شہادت راستی کے لئے زبردستی نہ لینی پڑتی جو گواہی دینے سے ناخوش ہوتے ہیں باوجود ان باتون کے یہ بھی دریافت ہوتا ہے کہ عوام الناس ذلت وخواری میں تحت الثریٰ میں پڑے ہوئے تھے۔ اس خلاصہ میں جو مختصر عبارتیں نقل ہوئی ہیں اون میں چند ایسی جھلکیں بھی نظر آتی ہیں کہ مسلمانوں سے جھگڑا کرنے میں ہندو قتل کئے جاتے تھے اونکو بازاروں میں براتوں کے جلوس نکالنے کی پوجا پاٹ اشنان کرنے کی مخالفت عام تھی اور اور مذہبی تعصبات یہ تھے بتوں کا توڑنا۔ مندروں کا مسمار کرنا۔ زبردستی مسلمان کرنا۔ اور جبراً بیاہ کرنا۔ قتل کے لئے انعام مقرر کرنا۔ مال و جائداد کا قرق کرنا۔ قتل ہونا قتل عام ہونا۔ حکمرانوں کا دائم الخمر و عیاش ہونا جو ان حکموں کو جاری کرتے۔ غرض یہ سب چیزیں وہ ہیں کہ جنسے ہمارے اوپر کی تصویر میں کچھ افزائش ناجائز نہیں ہوتی۔ یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ معمولی روزمرہ کے واقعات کے طومار اُن مصنفوں کی تحریریں موجود ہیں نہ جنکو بدی سے نفرت نہ نیکی سے رغبت تھی اُن میں سے ہمکو ان باتوں کو اخذ کرنا پڑتا ہے۔ اور قوموں نے بھی ظلم برپا کئے ہیں مگر اون کے ظلموں کی نسبت کوئی نہ کوئی ایسا شخص ہوا ہے جسنے غصہ اور نفرت سے ان ظلمون کو بیان کیا ہے جہاں کہیں میری انڈکس (فہرست) میں کسی تصنیف کو عمدہ یا قابل تحسین۔ یا بہتر لکھا ہے تو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ ستائش کے بجائے فقط بیان واقعات کی نسبت بلا اضافت کے لکھے ہیں وہ عیوب جو اوپر بیان ہوئے ہیں وہ عقلاً اس بات کی امید دلاتے ہیں کہ ان تعریف کے الفاظ کا زور اونسے گھٹ جاتا ہے اسوقت یہ عیوب اور بھی قابل افسوس ہوتے ہیں جب تاریخ کا مصنف کوئی ہندو ہوتا ہے۔ ہندو سے یہ توقع ہو سکتی تھی کہ ہم دلی رنج و راحت کے اثروں و آرزوؤں و اعتقادوں و خوفوں۔ خواہشوں کو دریافت کر لیتے جو ایک محکوم قوم کو اس زمانہ میں ہوئیں لیکن شامت سے وہ دوسرے کے منشا و حکم کے مطابق لکھتا ہے اور ہر جگہ محنت کے ساتھ غلامانہ اس طرح تحریر کرتا ہے کہ جس سے ایک ظالم مسلمان مربی کی خوشامد کی جائے۔ ہندو واقعہ نگار کی طرز تحریر میں بھونڈا پن اور بناوٹ ہوتی ہے جس سے